ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
۲۱ / فروری ۱۹۹۵ء

☆ ملک بھر میں ترجمۂ قرآن کے شبانہ پروگرام جاری ہیں
☆ تعلیم اور صحت کو پبلک سیکٹر میں رہنا چاہئے --- تجزیہ
☆ سنان : خلافتِ عثمانیہ کا معمارِ اعظم جسے شہرتِ دوام ملی

حدیثِ امروز

تجدیدِ ایمان' توبہ اور تجدیدِ عہد کی مُنادی

ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ہمہ گیر انحطاط نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں اور معاشرے کا کوئی پہلو اس کے گھیراؤ سے آزاد نہیں رہا۔ اخلاق و کردار کا بحران روز بروز شدت اختیار کرتا جا رہا ہے' بدعنوانی افراد کے رگ و ریشے میں سرایت کر گئی اور عصبیتِ جاہلیہ نے گروہوں اور جماعتوں کو احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی صلاحیت سے محروم کر دیا ہے۔ وہ ادارے جو قوم کی رہنمائی اور اس میں نظم و ضبط برقرار رکھنے کے ذمہ دار ہیں' ایک ایک کر کے شکست و ریخت کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ کوئی اچھی روایت قائم کرنا تو شاید ہمارے نصیب میں ہی نہیں رہا' یہ اعزاز البتہ حاصل ہے کہ برائی کی نئی سے نئی شکل یہاں ایجاد ہوتی ہے۔ حیاتِ اجتماعی کے جس شعبہ کو دیکھئے' مایوسی سے واسطہ پڑتا ہے تاہم سیاست نے تو لٹیا ہی ڈبو دی ہے جو اگر اس درجہ مخدوش حالت کو نہ پہنچ گئی ہوتی تو دوسرے سب شعبوں میں بھی اصلاحِ احوال کی امیدیوں دم نہ توڑ دیتی۔

مارشل لاؤں کی لعنت اور بالخصوص آخری طویل ترین مارشل لاء کی نحوست کے سائے میں سیاست کے جو طور اطوار پل کر جواں ہوئے ہیں ان کے کرتب دیکھتے آنکھیں پتھرانے پر آ گئی ہیں۔ دس سال کا عرصہ کچھ کم تو نہیں ہوتا۔ ۱۹۸۵ء میں مارشل لاء کی چھتری تلے نام نہاد جمہوریت کا جو سفر شروع ہوا تھا اس کے ہر نئے مرحلے پر آس بندھی کہ اس موڑ کے آگے منزل ہے لیکن کوئی امید بر نہیں آئی اور آج عالم یہ ہے کہ ہر شر سیاست سے برآمد ہوتا ہے اور ملک و قوم کے حق میں کچھ اور کانٹے بو کر اسی میں لوٹ جاتا ہے۔ ادب و آداب اور شائستگی سیاست سے یوں غائب ہو گئی ہے جیسے کبھی تھی ہی نہیں۔ راولپنڈی کے شیخ رشید احمد کو جو اپوزیشن کے مضبوط ترین ستون شمار کئے جاتے ہیں' ایک مبینہ جرم کی سزا تو مل گئی ہے جس پر ہمیں کسی تبصرے کی ضرورت نہیں کہ کہنے والے کونسی بات اَن کہی چھوڑ رہے ہیں لیکن سیاسی جلسوں میں تقریروں کی جس زبان کو انہوں نے رواج دیا اور حاضرین و ناظرین کو "مخصوص" اشاروں کنایوں کا جو چسکا لگایا اس پر کس تعزیری قانون کی کونسی دفعہ لگتی ہے؟۔ جمہوری ایوانوں کا "تقدس" پامال کرنے والوں میں حزبِ اختلاف و حزبِ اقتدار دونوں شامل ہوں تو کسے وکیل کریں' کس سے منصفی چاہیں؟۔ "گو بابا گو" کا راگ چھیڑنے والوں کو اپنے دورِ حکومت میں اس راگ کی جو تانیں سننی پڑی ہیں ان پر تھانے پرچے کی بات دھمکیوں سے آگے نہ بڑھ سکی تو اس لئے کہ چھاج تو بولے سو بولے' چھلنی کیا بولے جس میں نو سو چھید!۔

قومی زندگی کو لاحق ان مہلک بیماریوں کا علاج تجویز کرنے والے عطائیوں کی بھی ہمارے ہاں کوئی کمی تو نہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ ان کے نسخوں میں اگر مگر کے اجزاء سب سے زیادہ ہوتے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر بنیادی غلطی تشخیص میں کی جاتی ہے جو مرض کی جڑ کو پکڑنے کی بجائے علامات کے گرد گھوم رہی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہماری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی اور اسی کی فکر نہیں کی جا رہی۔ پاکستان کو ایک نظریاتی ریاست تو مان لیا جاتا ہے لیکن لوگوں کی سمجھ میں یہ موٹی سی بات نہیں آتی کہ نظریاتی ریاست کی ہیئتِ ترکیبی اور اس کی ضروریات کسی عام جغرافیائی وحدت سے مختلف ہوتی ہے۔ پھر جس نظریاتی ریاست کا نظریۂ اساسی بھی انسانوں کا بنایا ہوا نہیں بلکہ خالقِ کائنات کا عطا کردہ ہو' اسے تو تجربات کی آماجگاہ بنانا دنیا کو

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

قیمت : ۶ روپے

الھدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ البقرہ
(آیت ۲۱۹)

(اے پیغمبرؐ لوگ) آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ (ان سے) کہہ دیجئے کہ ان دونوں چیزوں میں بڑا گناہ ہے اور (اگرچہ ان میں) لوگوں کے لئے (کچھ) فائدے (بھی) ہیں مگر ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑھ کر ہے

(نور ہدایت نے اہل ایمان یعنی اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو اس درجہ سلیم الطبع بنا دیا تھا کہ ہر بُری بات ان کے دل میں کھٹکنے لگتی۔ وہ خود بھی ایسی ہر بات پر سوچ بچار ضرور کرتے ہوں گے لیکن چونکہ انہیں یہ بے مثال سہولت حاصل تھی کہ ہدایت کا سرچشمہ ان کی رسائی میں تھا لہٰذا اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانے کی بجائے وہ ہر مسئلہ اللہ کے رسولؐ کے سامنے رکھ دیا کرتے تھے۔ شراب کے بارے میں ایک اشارہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے مل چکا تھا جب مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھا کریں' مبادا اس فرض کی ادائیگی میں ان سے کوئی ایسی بھُول چُوک ہو جائے جو ان کی نماز کو ضائع کر دے یا کسی اور طرح قابلِ مواخذہ ہو۔ جواء بھی مسلمانوں کے ذہنوں میں خلجان پیدا کر رہا تھا کہ اس سے حاصل ہونے والے فائدے اور پہنچنے والے نقصان کا کوئی جواز نظر نہ آتا تھا۔ چنانچہ ان دونوں چیزوں کے بارے میں جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو وحیٔ الٰہی کے ذریعے یہ وضاحت آئی کہ دونوں ناپسندیدہ چیزیں ہیں۔ ان میں کچھ فائدے بھی ضرور ہیں لیکن مضرت کا پہلو نمایاں تر ہے اور اسی لئے آخری تجزیے میں ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا گناہ ان سے حاصل ہونے والے فائدے سے زیادہ بڑا ہے۔ یاد رہے کہ شراب اگر مناسب اوقات پر قلیل مقدار میں استعمال کی جائے تو صحت کے لئے مفید ہے اور ویسے بھی اس سے اعصاب کو میسر آنے والا سکون اور طبیعت کا انشراح بھی ایک اضافی فائدہ ہی شمار ہو گا لیکن احتیاط کے بندھن کے ٹوٹنے میں کیا دیر لگتی ہے جس کے بعد شراب کا نشہ انسان کو گناہ و ثواب کی تمیز سے بے نیاز کر دینے کا باعث بن جاتا ہے۔ جوئے میں بھی اگرچہ ایک فریق ناواجب نقصان اٹھاتا ہے لیکن دوسرے فریق کو تو فائدہ پہنچ ہی جاتا ہے جس کا کوئی جواز نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انتہائی وضاحت آنے کے بعد اہل ایمان کو کان ہو گئے تھے کہ شراب اور جوئے کو آخرکار حرام قرار دے دیا جائے گا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکثریت نے ان بری عادتوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کا آغاز کر دیا تھا اور کچھ ہی عرصے بعد جب سورۃ المائدہ میں ان کی حرمت کا آخری حکم بھی نازل ہو گیا تو مسلمانوں نے شراب کے مٹکے توڑ دیئے' دختِ رز گلیوں اور نالیوں میں بہ کر ضائع ہوئی اور جوئے کی بھی ہر شکل پر تین حرف بھیج دیئے گئے۔

آیت مبارکہ کے اس ٹکڑے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح معاشرہ میں حلت و حرمت کے احکام تک میں بڑی ہی حکیمانہ تدریج سے کام لیا تھا لیکن تکمیل دین کے اعلان کے بعد قیامت تک کے لئے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احکام الٰہی کی تنفیذ میں کسی تدریج کی ضرورت ہے نہ اجازت۔ سب کے سب اور پورے کے پورے بیک وقت واجب الاطاعت ہوں گے)۔

اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ (خدا کی راہ میں) کیا خرچ کریں۔ کہہ دیجئے کہ جو بچ رہے اپنے خرچ سے۔ اس طرح اللہ تمہارے لئے صاف صاف نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو ○ دنیا اور آخرت (کے معاملات) میں

(اسی طرح جب اہل ایمان کی طرف سے یہ پوچھا جانے لگا کہ انفاقِ مال کی تاکید تو بار بار آ رہی ہے لیکن ہمیں یہ نہیں بتایا گیا کہ اللہ کی راہ میں اپنے مال یا اپنی آمدنی کا کتنا حصہ خرچ کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کہلوایا گیا کہ اپنی ضروریات کو مناسب حد تک پورا کرنے پر جو خرچ ہو جائے اس کے علاوہ سب کا سب اللہ کی راہ میں لگا دو۔ اس ہدایت کی حیثیت بھی ابتدائی حکم کی ہے اور مقصود اس سے مسلمانوں میں یہ حتمی آمادگی پیدا کرنا تھا کہ زکوٰۃ و صدقات کے تفصیلی احکام آنے سے پہلے پہلے وہ اپنے دلوں سے مال کی محبت کو کھرچ کر نکال دیں بالخصوص اس لئے کہ ان دنوں آئے دن مہمات درپیش رہتی تھیں۔ ان احکام کے نازل اور نافذ العمل ہو جانے کے بعد اس باب میں اگرچہ اسلام کے مطالبات کم تر ہو گئے لیکن ایمان اور اس سے بھی بڑھ کر احسان کا تقاضا اب بھی یہی ہے کہ اپنے مال میں سے صرف اسی قدرِ قلیل کو اپنا حق سمجھا جائے جو انسان کی ضروریات کے لئے کافی ہو اور بچ رہنے والا پورا فاضل سرمایہ اور اضافی آمدنی اللہ کی راہ میں صرف ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ انسانوں کو زندگی گزارنے کے لئے دیئے جانے والے رہنما اصولوں کو اپنی آیات قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت سے متعلق معاملات کے بارے میں یہ نشانیاں صاف صاف بیان ہی اس لئے کی جاتی ہیں کہ تم غور و فکر کے بعد خود بھی اسی نتیجے پر پہنچو کہ بنی آدم کی دنیوی اور دینی فلاح صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کی بلا پس و پیش اور بے کم و کاست تعمیل میں مضمر ہے۔ "دنیا اور آخرت (کے معاملات) میں" اگلی آیت کا حصہ ہے لیکن آیت زیرِ مطالعہ کی تفہیم کے لئے اسے ساتھ ملا کر پڑھنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ان تین الفاظ میں یہ رمز بہرحال پوشیدہ ہے کہ اہل ایمان کے لئے دنیا اور آخرت دو الگ چیزیں ہیں بھی تو نہیں!)

"ندا" کی اشاعت کے اوّل روز سے "ندائے خلافت" میں آج تک دانشِ نورانی کا یہ صفحہ حافظ عاکف سعید صاحب کی ذمہ داری رہی اور یہ ذمہ داری انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں بہت خوب نبھائی۔ اِن دنوں وہ ملک سے باہر ہیں لہٰذا زیرِ نظر شمارے میں مدیر کو خود یہ جسارت کرنی پڑی ہے اور اگلے پرچے میں بھی ایسا ہی ہو گا۔ کلام اللہ کی تشریح و تعبیر میں کوئی فروگزاشت پائی جائے تو اس پر پیشگی معذرت کے ساتھ درخواست ہے کہ غلطی کی نشاندہی ضرور کر دی جائے تاکہ اگلے ہی شمارے میں قارئین کو بھی اس کی طرف متوجہ کیا جا سکے --- مدیر

جوامع الکلم

"جو آدمی (سفر وغیرہ کی) شرعی رخصت اور بیماری (جیسے کسی عذر) کے بغیر رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے تو اس کی کبھی تلافی نہیں ہو سکتی' اگرچہ وہ عمر بھر روزہ رکھتا رہے"۔

(مسند احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ' دارمی)

تاخلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

جلد ۴ شمارہ ۸
۲۱ / فروری ۱۹۹۵ء

4

مدیر
اقتدار احمد

معاونین : حافظ عاکف سعید
نثار احمد ملک

یکے از مطبوعات
تحریکِ خلافت پاکستان
۴ اے مزنگ روڈ۔ لاہور

مقامِ اشاعت
۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: ۵۸۶۹۵۰۱

پبلشر: اقتدار احمد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ، لاہور

قیمت فی پرچہ: -/۶ روپے
سالانہ زرتعاون (اندرون پاکستان) -/۱۲۵ روپے

زرتعاون برائے بیرون پاکستان
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت ——— ۱۲ امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش ——— ۱۰ " "
افریقہ، ایشیا، یورپ ——— ۱۶ " "
شمالی امریکہ، آسٹریلیا ——— ۳۰ " "

اداریہ

احتساب : ضروری تو ہے مگر.....

بارے خدا خدا کر کے ہمارے ہاں بھی احتساب کا عمل شروع تو ہوا ہے ورنہ اب تک تو دستور یہ تھا کہ جس کا داؤں لگے ملک و قوم کو بھنبھوڑے اور جو جی چاہے اڑا لے جائے' دوڑو پکڑو کی صدائیں تو اٹھتی سنیں لیکن کسی واردات میں ملوث کوئی قومی مجرم اب تک پکڑا نہیں گیا اور گرفت میں آیا بھی تو کیفر کردار کو نہ پہنچا۔ اور یہ دیکھنے کو تو آنکھیں ترستی ہیں کہ قوم کی دولت لوٹنے والے کسی ملزم سے لوٹ کا مال اگلوایا بھی گیا ہو۔ ان دنوں وفاقی انٹی کرپشن کمیٹی کے چیئرمین ملک محمد قاسم' وزیر اعظم کی معائنہ ٹیم کے سربراہ نوید ملک اور ایف آئی اے کی طرف سے وفاقی وزیر داخلہ میجر جنرل (ر) نصیر اللہ بابر وقفے وقفے سے جو انکشافات کر رہے ہیں وہ الف لیلوی داستانوں کی طرح دراز اور پر پیچ ہوتے جا رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکمرانوں نے اپنے اقتدار کو اس ملک کے خزانے کی صفائی کے لئے "کھل جا سم سم" کے طور پر استعمال کیا اور دن دہاڑے کروڑوں نہیں' اربوں روپے لوٹ لئے گئے۔ "نجکاری" میں جس کاری گری کا مظاہرہ ہوا وہ ہوشربا مہنگائی کی شکل میں صارفین کو "بونس" بھی دے گئی ہے۔ ارباب اختیار نے اپنے پیاروں کو مفت میں کروڑوں کی املاک سے ہی نہیں نوازا' قوم کی چمڑی سے دمڑی بنا کر سکہ رائج الوقت کی طرح چلانے کا لائسنس بھی ساتھ ہی عنایت کر دیا۔ بعض صورتوں میں جعلسازی سے بھی حاصل کردہ بنکوں کے قرضوں کو شیر مادر سمجھا گیا اور صنعتی قرضوں کے اربوں روپے ڈکار لئے بغیر ہضم کر لئے گئے۔ تعمیر و ترقی کے بڑے بڑے منصوبوں میں سے اس شرح سے کمیشن وصول کئے گئے جو خلیج کے ممالک میں شہزادوں کے لئے بھی قابل رشک ہو۔ اور ظاہر ہے کہ ملک و قوم کی دولت میں چوری کی گئی ان رقموں کا بڑا حصہ آخر کار باہر کے بنکوں میں منتقل ہوا۔

یہاں تک کی بات تو بہت خوب' لیکن دو سوالوں کے جواب اگر تسلی بخش نہ ہوں تو یہ احتساب نہیں' بلیک میلنگ ہے' فری سٹائل سیاسی کشتی ہے اور انتقامی کارروائی ہے۔ پہلا سوال یہ کہ کیا جملہ بدعنوانیوں میں صرف حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والے سیاست دان اور ان کو نوازنے والے بنکار یا بیورو کریٹ ہی ملوث تھے اور موجودہ حکمران اور ان کے اعیان و انصار سب کے سب پیر کے پوتے ہیں کہ ان میں سے کسی کی بھی کوئی بدعنوانی تاحال منظر عام پر نہیں آئی اور دوسرا یہ کہ معاملہ پکڑ دھکڑ اور پیشیاں بھگتنے تک ہی محدود رہے گا یا وہ مال برامد بھی کیا جائے گا جس کی چوری کا سراغ ہاتھ آیا ہے یعنی یہ پوری مشق صرف "زبردست کا ٹھینگا سر پر" کا مظاہرہ ہے یا اس کا کچھ مفید نتیجہ بھی نکلے گا!۔ افسوس کہ اب تک کی کارروائیوں میں ان سوالات کے مثبت جواب کے آثار نظر نہیں آئے۔ جرم کو ثابت کرنے اور سزا سنانے کے بعد مال کی برامدگی کے مراحل میں تو ہمارے فرسودہ عدالتی نظام کی کمزوریاں آڑے آئیں گی جن میں ہر سطح کے فاضل ججوں کو عزت و احترام کے مقام سے گرا کر پیچیدگیوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے تاہم بدعنوانیوں کے الزامات میں ماخوذ ہونے والوں کی فہرست پر نظر دوڑائی جائے تو اس امر پر یقین کئے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ احتساب کے پردے میں کوئی اور کھیل کھیلا جا رہا ہے۔

بظاہر احوال بے نظیر بھٹو صاحبہ کی حکومت کو "عالم بالا" کی خوشنودی تو حاصل ہے لیکن جمہوری تماشے میں بندوں کی گنتی کو جو اہمیت حاصل ہے اسے نظر انداز کر کے وہ چین کی بانسری نہیں بجا سکتیں۔ اپوزیشن منہ زور بھی ہے اور معقول عددی قوت بھی رکھتی ہے جبکہ حکومتی پارٹی کی اپنی اکثریت تو بس واجبی ہے' زیادہ انحصار چند ہم سفروں پر ہے۔ اس پر مستزاد یہ مشکل کہ حزب اقتدار کے لئے اپنے مینڈکوں کی سیری سنبھالنا کبھی بھی آسان نہیں ہوتا۔ ہر کسی کی توقعات اور مطالبات کو پورا کرنا جوئے شیر لانے سے کم ہرگز نہیں۔ گویا ہماری کمزور حکومت کے سامنے واحد چارۂ کار یہ رہ گیا ہے کہ بہو کو سنانے کے لئے بھی بیٹی سے ہی کہے۔ دشمنوں کی پکڑ دھکڑ سے دوستوں کو بھی تو کان ہو جائیں گے کہ وفا کے شیشے میں بال آیا تو اسی طرح کی جفاؤں سے پالا پڑے گا۔

گویا اخبارات آج کل دار و گیر کے جن ہنگاموں

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

پاکستان پر طبقاتی نظامِ تعلیم اپنے پنجے گاڑے ہوئے ہے

نثار احمد ملک

تعلیم اور صحت کو پبلک سیکٹر میں رہنا چاہئے

اِس ملک میں کسی تعلیمی پالیسی پر کبھی عمل نہیں ہوا

موجودہ نظام تعلیم بے روزگاروں کی فوج ظفر موج تیار کر رہا ہے' دینی مدارس کو بھی اپنا نصاب تبدیل کرنا ہو گا

صدر مملکت جناب سردار فاروق احمد خان لغاری نے ایچی سن کالج میں منعقدہ ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ مالی مسائل نہیں بلکہ کم تر انسانی وسائل اور تعلیمی پسماندگی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس وقت نہ صرف شرح خواندگی بڑھانے کی ضرورت ہے بلکہ تعلیم کی سمت بھی درست کرنا ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی قومی اور معاشرتی لیڈر شپ کو سخت محنت کر کے ملک کے تعلیمی نظام کو ایک مخصوص دائرے سے باہر نکالنا ہو گا۔ صدر مملکت کے مطابق ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہماری شرح خواندگی ۳۵ فیصد سے بھی نیچے ہے۔ اس کے برعکس خطے کے بعض دوسرے ممالک میں شرح خواندگی ۹۰ فی صد تک ہے۔

اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ بے روزگاری پاکستان کے سلگتے ہوئے مسائل میں سے ایک ہے۔ اس بے روزگاری کا ذمہ دار ہمارا نظام تعلیم ہے۔ مذکورہ بالا تقریب میں ہی صدر پاکستان نے بھی اس بات کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے کہ ہمارے ہاں فنی و سائنسی تعلیم کے مقابلے میں آرٹس کے مضامین پڑھنے پڑھانے کا رجحان زیادہ ہے۔ جبکہ صنعتی و سائنسی انقلاب کے بعد ضرورت فنی و سائنسی تعلیم کی ہے نہ کہ سوشل سائنسز کی۔ صدر مملکت کے علاوہ گورنر پنجاب نے بھی آرٹس کی تعلیم کو کم کرنے اور آرٹس کے مضامین کے لئے علیحدہ پرائیویٹ سیکٹر میں یونیورسٹیاں قائم کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

پاکستان کا موجودہ نظام تعلیم بے شمار خرابیوں کا مجموعہ ہے۔ بلکہ اس بات کو اگر یوں بیان کیا جائے کہ یہ نظام تعلیم بھی پاکستان میں قائم استحصالی نظام کا ہی ایک حصہ ہے جو اس نظام کو چلانے والے ہاتھ مہیا کرتا ہے' تو زیادہ درست ہو گا۔ اس وقت اگر پاکستان کے نظام تعلیم کا تجزیہ کیا جائے تو ہم اس کی چار سطحیں متعین کر سکتے ہیں۔

اس نظام کی پہلی اور بلند ترین سطح وہ ہے جہاں سے صرف حکمران طبقہ ہی تیار ہوتا ہے۔ اس سطح کی تعلیم کے مراکز ایچی سن کالج کی طرز کے ادارے ہیں جہاں بالکل مغرب کی طرز پر تعلیم و تربیت کا نظام ہے۔ ان اداروں میں بڑے بڑے سیاست دانوں' بیوروکریٹ' سرمایہ داروں اور بے حد و حساب آمدنی رکھنے والے لوگوں کے بچے ہی پڑھ سکتے ہیں۔

اس نظام کی دوسری سطح پہ ایسے پرائیویٹ ادارے ہیں جن کا معیار تعلیم اگرچہ مغرب طرز کا ہی ہے تاہم پہلے درجے کے اداروں سے نسبتاً کم تر ہے اور ان میں اکثریت نجی ملکیت میں ہیں۔ ایسے تعلیمی اداروں میں بھی انہی لوگوں کے بچے پڑھ سکتے ہیں جن کے ہاں دولت کی ریل پیل ہے۔ ان اداروں سے پڑھ کر نکلنے والے بھی فکری و ذہنی طور پر مغرب گزیدہ ہی ہوتے ہیں۔ تیسری سطح پر ہم دوسرے تمام سرکاری تعلیمی اداروں کو شامل کر سکتے ہیں جن تک عوام کی بھی رسائی ہے۔ ان اداروں کو بھی ہم دو قسموں میں منقسم کر سکتے ہیں۔ ایسے سرکاری ادارے جن کی کچھ ماضی کی روایات ہیں اور وہ ان کو کسی نہ کسی درجے میں برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ دوسرے وہ ادارے جن کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ اس دوسری قسم کے تعلیمی اداروں کی اگر سیر کر لی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ تعلیمی ادارے نہیں بلکہ جیل خانے یا کوئی مسافر خانے ہیں۔ ان تعلیم اداروں سے نکلنے والے اکثر کلرک اور نچلی سطح کے ملازمین بنتے ہیں۔

اس نظام کی چوتھی سطح دینی مدارس ہیں۔ بدقسمتی سے ملک میں موجود بے شمار دینی مدارس' دنیوی تعلیم سے یکسر بے نیاز ہیں۔ ان اداروں سے آٹھ آٹھ سال تک پڑھنے والوں کی اکثریت معاشرے پر بوجھ ثابت ہوتی ہے۔ ان میں سے کچھ سکولوں اور اوقاف کے اداروں میں حصول ملازمت میں کامیاب ہو جاتے ہیں جبکہ اکثریت مساجد کی امامت و خطابت تک ہی پہنچ پاتی ہے۔

مندرجہ بالا تجزیہ کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں طبقاتی نظام تعلیم مسلط ہے۔ اس وقت صدر مملکت سمیت ہر عہدیدار یہ کہہ رہا ہے کہ نظام تعلیم کی سمت تبدیل کی جائے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سمت تبدیل کیسے ہو گی۔ صدر مملکت کا کہنا تھا کہ ایچی سن کے طرز کے تعلیمی ادارے تمام بڑے شہروں میں کھولے جائیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایچی سن طرز کے ادارے قومی ضرورت نہیں ہیں بلکہ قومی ضرورت تو یہ ہے کہ نظام تعلیم میں موجود دو رنگی اور ثنویت کو ختم کیا جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف

ایسے تعلیمی ادارے ہیں جہاں بچوں کے لئے کھیل کے پلاٹ بھی میسر نہیں ہیں جبکہ دوسری طرف ایچی سن اور لارنس کالج جیسے ادارے ہیں جن کی وسعت کا احاطہ کرنا سواری کے بغیر ممکن نہیں۔

حکومت پنجاب نے لازمی پرائمری تعلیم کے حوالے سے بہت شور مچا رکھا ہے۔ مزید براں حکومت پنجاب نے لازمی پرائمری تعلیم کو مشرف بہ انگریزی بھی کرنے کی کوشش کی ہے۔ حکومت پنجاب کے ان نعروں کی حقیقت کیا ہے' اس پر ہم بعد میں کچھ عرض کریں گے' پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور وٹو کا ایک بیان ملاحظہ فرمالیجئے جو ۲۸ جنوری کے نوائے وقت میں چھپا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے گورنمنٹ کالج کی سالانہ کھیلوں کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میری حکومت نے لازمی پرائمری تعلیم پر عملدرآمد کے پیش نظر سکول جانے کی عمر میں آجانے والے تمام بچوں کے سو فی صدی داخلے کو یقینی بنانے کے لئے والدین' اساتذہ اور عوام الناس پر مشتمل ایک بھرپور صوبہ گیر تحریک کا آغاز کر دیا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے کہا ہے کہ تاریخ شاہد ہے کہ اپنی ترجیحات میں علم کو بلند درجہ دینے والی قوموں نے ہی ترقی و خوشحالی کی منزل حاصل کی۔ انہوں نے کہا کہ پہلی جماعت سے انگریزی کی تدریس پہلے ہی شروع کر دی گئی ہے تاکہ حاکم و محکوم پیدا کرنے والے دوہرے نظام تعلیم سے نجات حاصل کی جا سکے اور غریب والدین کے بچوں کو اعلیٰ معیاری تعلیم فراہم کی جا سکے' جو ماڈرن انگلش میڈیم اور پبلک سکولوں میں تعلیم کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔

وزیر اعلیٰ پنجاب نے اپنے بیان میں لازمی پرائمری تعلیم پر زور دیا تھا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لازمی پرائمری تعلیم تمام شہریوں کے لئے ممکن بھی ہے؟۔ ہماری آبادی کا ۷۰ فی صد دیہات میں رہائش پذیر ہے۔ اس آبادی کا بھی دو تہائی جاگیرداروں کے ظلم و ستم کا شکار ہے جن کے بچوں کے لئے تعلیم کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند ہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار دیہات ایسے بھی موجود ہیں جہاں پرائمری سکول تک نہیں ہیں۔ اب ایسے علاقوں کے لئے حصول تعلیم کے مواقع کہاں ہیں۔ دیہات میں بسنے والے بے شمار لوگ ایسے بھی ہیں جو دن بھر کی محنت شاقہ سے بمشکل دو وقت کی روٹی کی فراہمی ممکن بنا سکتے ہیں۔ اب ایسے لوگوں کے لئے کہاں ممکن ہے کہ اپنے بچوں کے لئے کسی اعلیٰ نصب العین کا تصور بھی اپنے ذہنوں میں پیدا کر سکیں۔

وزیر اعلیٰ نے دوسری بات پرائمری سے لازمی انگریزی زبان کی تدریس کے حوالے سے کی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے بڑا جھوٹ کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس لازمی انگریزی تعلیم کی کہانی یہ ہے کہ حکومت پنجاب نے حصول اقتدار کے چند ماہ کے بعد پرائمری سے لازمی انگریزی تعلیم کا اعلان کیا۔ اس مقصد کے لئے انگریزی کی تعلیمی کتب بھی چھپوا لی گئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انگریزی پڑھانے کے لئے گریجویٹ اساتذہ کی تقرری کے لئے اپریل ۱۹۹۴ء میں اشتہار دیا گیا۔ ان اساتذہ کو گریڈ ۱۴ آفیسر کہا گیا۔ بے روزگاری کے ڈسے ہوئے ہزاروں نوجوانوں نے درخواستیں بھیجیں۔ حکومت پنجاب نے چھیالیس ہزار اساتذہ لگانے کا عندیہ دیا۔ ان اساتذہ کی تقرری کے لئے مئی اور جون ۹۴ء میں انٹرویو لئے گئے۔ اس کے بعد یہ خبریں آنا شروع ہو گئیں کہ یہ منصوبہ ورلڈ بینک کے مالی تعاون سے شروع کیا گیا تھا اور چونکہ بینک نے اس منصوبے کو خامیوں سے پر ہونے کی وجہ سے امداد

پریس ریلیز

تحریکِ خلافت پاکستان کے ناظمِ اعلیٰ جنرل انصاری کا خطابِ جمعہ

ہم نے قومی سطح پر خدا سے بدعہدی کا ارتکاب کیا

سیاست دانوں نے ذاتی اقتدار اور گروہی مفادات کی حامل وطن دشمن پالیسی جاری رکھی تو ملک کسی بڑے خوفناک اور بھیانک انجام سے دوچار ہو جائے گا۔ سیاسی اور مذہبی اختلافات نے قوم کا شیرازہ بکھیر دیا ہے جس سے امریکہ' اسرائیل اور بھارت جیسی دشمن طاقتوں کو ہمارے خلاف سازشیں کرنے میں کامیابی ہو رہی ہے۔ مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں نماز جمعہ سے قبل ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے تحریک خلافت کے ناظم اعلیٰ جنرل ریٹائرڈ محمد حسین انصاری نے کہا کہ معاشی طور پر خوشحال اور بااثر طبقات کی بدکرداری سے ملک عذاب خداوندی کی طوفانی آندھی کی لپیٹ میں آ چکا ہے' جس سے بچنے کا راستہ قیام پاکستان کے مقاصد کی تکمیل ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے نام سے دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست کا قیام کوئی معمولی بات نہ تھی مگر آزادی کے بعد ہم نے قومی سطح پر خدا سے کئے ہوئے عہد سے غداری کا ارتکاب کیا جس کی پاداش میں ملک دو ٹکڑے ہو گیا۔ آج کراچی کے حالات کو ڈھاکہ سے مشابہ قرار دیا جا رہا ہے۔ جنرل انصاری نے ملک کو درپیش بحران سے نکالنے کے لئے چار نکاتی لائحہ عمل تجویز کرتے ہوئے کہا ملک کی سلامتی کے ذمہ دار قوم کے سامنے حقائق و واقعات کی اصل تصویر پیش کریں اور حقائق کو مسخ کرنے اور چھپانے کی بجائے ان سے قوم کو باخبر کیا جائے۔ جنرل انصاری نے لائحہ عمل کے دوسرے نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ تمام سیاست دان بے بنیاد واقعات' جھوٹی اور من گھڑت کہانیاں گھڑنے سے گریز کریں اور ڈس انفرمیشن کے حامل موجودہ کاروبار سیاست کو ختم کریں۔ لائحہ عمل کا تیسرا نکتہ قومی مفاہمت سے متعلق ہے انہوں نے کہا کہ حکمرانوں اور اپوزیشن رہنماؤں دونوں کو محاذ آرائی کے موجودہ طوفان بدتمیزی کو ختم کر کے ملکی سلامتی کے تحفظ کے لئے مفاہمت کا رویہ اختیار کرنا ہو گا۔ قوم کی رہنمائی کا دعویٰ کرنے والوں کو ایک دوسرے کی جانب دیکھنے کی بجائے حالات کی بہتری کے لئے پہل کرتے ہوئے اپنی حب الوطنی کا اظہار کرنا چاہئے۔ لائحہ عمل کے چوتھے نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے جنرل انصاری نے کہا ۵۰ سال کے طویل عرصے سے جاری اپنے خالق و مالک سے غداری اور بدعہدی کے قومی کردار سے قومی سطح پر توبہ کی جائے اور پاکستان کو صحیح معنوں میں دنیا کے سامنے اسلامی فلاحی اور ترقی یافتہ ریاست کی شکل میں پیش کیا جائے۔ OO

دینے سے انکار کر دیا ہے لہٰذا فی الحال ان گریجویٹ اساتذہ کی تقرری ممکن نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ خبریں آنی شروع ہو گئیں کہ یہ بھرتی دو مرحلوں میں ہوگی۔ پہلے مرحلے میں ۲۶ ہزار اساتذہ تعینات کئے جائیں گے۔ اس کے بعد دوسرے مرحلے میں بیس ہزار کی تعیناتی ہوگی۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد یہ کہا جانے لگا کہ فی الحال صرف چھ ہزار کی بھرتی کی جا رہی ہے۔ لیکن اصل صورت حال یہ ہے ان سطور کے تحریر کئے جانے تک کوئی ایک استاد بھی بھرتی نہیں ہو سکا۔

مندرجہ بالا تفصیلات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ محض انگریزی کی کتب چھپوانے اور ٹی وی پر اشتہار دینے سے تو نظام تعلیم بدلنے سے رہا۔ اس وقت پرائمری سکولوں میں پڑھانے والے اساتذہ انگریزی پڑھانے کے قطعاً اہل نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات اپنی جگہ بہت اہم ہے کہ محض انگریزی کا ایک مضمون لازمی کرنے سے عام سکولوں کا معیار انگلش میڈیم پرائیویٹ سکولوں کے برابر قطعاً نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ ان سکولوں کا ماحول' سہولیات' سٹاف اور نصاب تعلیم سمیت ہر چیز معیاری ہے۔ جبکہ آپ نے محض انگریزی کے کتابچے چھاپ دیئے ہیں۔

بنیادی تعلیم کو بہتر بنانے اور نظام میں موجود ثنویت کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پورے ملک کا نظام تعلیم یا تو پرائیویٹ سیکٹر میں دے دیا جائے یا پھر کل نظام کو پبلک سیکٹر میں لے لیا جائے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور احمد وٹو صاحب کے ایک اخباری بیان کے مطابق حکومت ان خطوط پر بھی سوچ رہی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس نظام کو ایک سیکٹر میں دیئے بغیر موجودہ خلیج کو پاٹا نہیں جا سکتا۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ میاں صاحب خود ایک خاص طبقے کے نمائندہ ہیں لہٰذا ان کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ نظام تعلیم میں کوئی انقلابی تبدیلی برپا کر سکیں۔

حکومت اس وقت جس طرح پرائیویٹائزیشن کی پالیسی پر عمل پیرا ہے' اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ تعلیمی اداروں کو بھی آخر پرائیویٹ سیکٹر میں ہی دے گی۔ حکومتی عہدے داروں کے بعض بیانات ہمارے اس اندیشے کو تقویت بخشتے ہیں۔ یہاں یہ بات ضرور کہی جانی چاہئے کہ حکومت بے شک تمام اداروں کو پرائیویٹ سیکٹر میں دے دے لیکن دو شعبے ایسے ہیں جن کا حکومت کے پاس رہنا ضروری ہے۔ ان میں سے پہلا شعبہ تعلیم کا ہے۔ یہ پبلک سیکٹر میں رہنا ضروری ہے کہ اگر اس کو پرائیویٹ سیکٹر میں دے دیا جائے گا تو عوام الناس کی اکثریت حصول علم سے محروم ہو جائے گی۔ اس لئے کہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے اخراجات ان کے بس میں نہیں رہیں گے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ گورنمنٹ کالج اور ایف سی کالج جیسے اداروں سے مڈل کلاس طبقہ کو بھی داخلہ مل جاتا ہے اور وہ ان اداروں سے حصول علم کے مواقع کو ہی غنیمت سمجھتے ہیں۔ اگر ان اداروں کو بھی پرائیویٹ سیکٹر میں دے دیا جائے تو ان کے لئے اعلیٰ تعلیم کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ انہی دنوں ایف سی کالج جیسے اداروں کو مشنری اداروں کو واپس کرنے کی حکومتی پالیسی کے حوالے سے بھی خبریں آتی رہی ہیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو عوام الناس پر بہت بڑا ظلم ہوگا۔ دوسرا شعبہ جس کا پبلک سیکٹر میں رہنا ضروری ہے وہ صحت کا شعبہ ہے۔ حصول علاج اور حصول علم عوام الناس کی بنیادی ضروریات ہیں لہٰذا انہیں جتنا سستا کیا جانا ممکن ہو' کیا جانا چاہئے۔

حکومتی پالیسوں کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم کے دروازے عام لوگوں پر ویسے ہی بند ہوتے نظر آ رہے ہیں۔ حکومت نے یونیورسٹیوں کو اپنے اخراجات خود پورے کرنے کے لئے ۲۵ فی صد سیٹوں کو کمرشلائز کر دیا ہے۔ چنانچہ ۳۰ جنوری کے پاکستان کے مطابق ملک کی تمام بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں امیروں کے بچوں کو ترجیحی بنیادوں پر داخلہ دینے کے لئے ۲۵ فیصد ان لوگوں کے لئے مختص کر دیا گیا ہے جو اس کی قیمت ادا کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ اس منصوبے کا نام سیلف فنانسنگ سکیم رکھا گیا ہے۔ اس کی بنیاد یہ بتائی گئی ہے کہ حکومت کے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ وہ یونیورسٹیوں کے تمام اخراجات پورے کر سکے لہٰذا حکومت نے یونیورسٹیوں کے سربراہوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ امیروں کے بچوں سے بھاری رقمیں فنڈز کی شکل میں وصول کر کے ۲۵ فیصد سیٹیں انہیں مختص کر دیں۔ تفصیلات کے مطابق نومبر ۱۹۹۳ء میں اس اسکیم کا باقاعدہ آغاز کیا گیا تھا اور اس کے تحت یہ طے پایا تھا کہ داخلہ کے خواہش مند کل طلبہ میں سے ۱۵ فیصد کو اپنے اخراجات خود اٹھانے کی بنیاد پر داخلہ دیا جائے۔ بعد ازاں ان سیٹوں کی تعداد ۱۵ سے بڑھا کر ۲۵ فیصد کر دی گئی ہے۔

اس خبر میں یہ تفصیلات بھی موجود ہیں کہ جامعہ پنجاب نے دو لاکھ ۵۰ ہزار روپے فی کس لے کر ۱۰۲ طلباء کو داخلہ دیا جبکہ انجینئرنگ یونیورسٹی ٹیکسلا میں ۲۳' مہران میں ۱۶۰' سرحد یونیورسٹی میں ۵۰' کراچی یونیورسٹی میں ۸۰' زرعی یونیورسٹی پشاور میں ۱۱۰' زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں ۱۵۰ طلباء کو اسی سکیم کے تحت داخلے ملے ہیں۔ اس صورت حال سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آنے والے ایام میں قابل فروخت سیٹوں میں نہ صرف اضافہ کیا جا سکتا ہے بلکہ پوری یونیورسٹی کو ہی کمرشلائز کیا جانا قرین قیاس ہے۔ گویا کہ حکومت ایک طرف نظام تعلیم کو بہتر بنانے اور ٹی وی کی اشتہاری مہم کی روشنی میں دیکھا جائے' تو تعلیم کو عام کرنے پر عمل پیرا ہے جبکہ دوسری طرف اعلیٰ تعلیم کے دروازے غرباء پر بند کئے جا رہے ہیں۔

پاکستان کے نظام تعلیم کو بہتر بنانے کے لئے نظری طور پر پہلے بھی بہت کام ہوتا رہا ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ان فکری خطوط پر خلوص و اخلاص کے ساتھ عمل کیا جائے۔ قیام پاکستان کے بعد پہلی تعلیمی کانفرنس قائداعظم محمد علی جناح کی زیر صدارت کراچی میں ۲۷ نومبر سے یکم دسمبر ۱۹۴۷ء تک منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں پاکستان کی مستقبل کی تعلیمی پالیسوں کے لئے رہنما خطوط متعین کئے گئے۔ قائداعظم نے بھی اپنے صدارتی خطاب میں کہا تھا کہ ہمیں اپنی مستقبل کی معاشی زندگی کو استوار کرنے کے لئے لوگوں کو سائنسی اور ٹیکنیکل تعلیم دینے کی اشد ضرورت ہے۔ گویا آج اڑتالیس سال کے بعد جو بات فاروق لغاری صاحب کہہ رہے ہیں وہ قائداعظم بہت پہلے کہہ چکے ہیں لیکن ان ۴۷ سالوں میں تعلیم کے شعبے کی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے تو وہ صفر سے زائد نہیں ہے۔

اس تعلیمی کانفرنس کے بعد ۳۰ دسمبر ۱۹۵۹ء میں پہلا قومی تعلیمی کمشن قائم کیا گیا۔ یہ کمیشن اس وقت کے سیکریٹری تعلیم جناب ایس ایم شریف کی سرکردگی میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کمیشن نے ساڑھے تین سو صفحات پر محیط اپنی رپورٹ ۲۶ اگست ۱۹۵۹ء کو پیش کی۔ اس کمشن نے شعبہ تعلیم کے تمام پہلوؤں کا واقعتاً جائزہ لیا۔ اس رپورٹ میں بھی زیادہ زور لازمی پرائمری تعلیم' ٹیکنیکل اور ووکیشنل تعلیم پر دیا گیا تھا۔ اس کمیشن کی سفارشات پر کس حد تک عمل ہوا' یہ الگ موضوع ہے۔ بہرحال اس کے بعد پہلی تعلیمی پالیسی ۱۹۷۰ء میں سامنے لائی گئی--- اس تعلیمی پالیسی میں بھی نظری طور پر سب کو پوری' پہلے سے زیادہ بہتر اور سستی تعلیم دینے پر زور دیا گیا۔ اس تعلیمی پالیسی میں لازمی پرائمری تعلیم کے لئے مکتب سکول کی تجویز

پیش کی گئی تھی نیز دینی مدارس کے نصاب اور درسی کتابوں پر نظرثانی کرنے اور انہیں عمومی تعلیمی اداروں کے کورس کے مطابق بنانے کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ اسی پالیسی میں سائنسی، فنی اور حرفتی تعلیم پر بہت زیادہ زور دیا گیا۔ اس میں کہا گیا تھا کہ اس وقت آرٹس، سائنس اور پیشہ ورانہ کورسوں کے طلباء کی تعداد میں عدم توازن پایا جاتا ہے جسے دور کیا جانا ضروری ہے۔ اس پالیسی کی رپورٹ کے مطابق ۱۹۷۰ء میں کل طلبہ میں سے صرف چار فی صد طالب علم فنی و حرفتی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

دوسری قومی تعلیمی پالیسی ۸۰ ـ ۱۹۷۲ء تک کے لئے دی گئی۔ اس میں بھی مفت اور لازمی پرائمری تعلیم پر ہی زور دیا گیا ہے۔ نیز اس پالیسی کے مطابق پرائیویٹ تعلیمی اداروں کو قومی ملکیت میں لینے کا اعلان کیا گیا تھا اور اس پر بعد میں عمل بھی کیا گیا۔

تیسری تعلیمی پالیسی ضیاء الحق مرحوم کے عہد میں ۸۰ـ۱۹۷۸ء تک کے لئے دی گئی۔ اس تعلیمی پالیسی کی اہم بات یہ تھی کہ مقاصد تعلیم کو اسلامی و قومی اقدار سے ہم آہنگ کرنے پر زور دیا گیا۔ آخری تعلیمی پالیسی ۱۹۹۲ء میں اس وقت کے وزیر تعلیم سید فخر امام نے پیش کی۔ اس پالیسی کی اہم بات یہ بتائی گئی تھی کہ پالیسی میں متعین کردہ ترجیحات کے لئے فنڈز پہلے سے محکمہ تعلیم کو مہیا کر دیئے گئے ہیں۔ ہمیں نہیں معلوم کے ان فنڈز کا کیا ہوا، تاہم یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کوئی نظر آنے والا کام اس قومی تعلیمی پالیسی کے نتیجے میں بھی سامنے نہیں آسکا۔

نظام تعلیم کی بہتری کے نام پر حکومت پاکستان نے دینی مدارس کو رجسٹر کرنے اور وہاں اپنا مقرر کردہ نصاب ٹھونسنے کی مہم کا آغاز بھی کر دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دینی مدارس کا نظام تعلیم اور نصاب عہد رفتہ کی یاد ہے، جو عہد حاضر کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا۔ تاہم حکومت کی یہ کارروائی جس سازش کا حصہ ہے، اس سے بھی تمام باشعور طبقہ باخبر ہے۔ دینی مدارس کے منتظمین کو از خود وقت کے تقاضوں کا خیال کرتے ہوئے مدارس کے نظام تعلیم میں بنیادی تبدیلیاں لانی چاہئیں۔

اس وقت بعض دینی مدارس نے کچھ دنیوی علوم کی تدریس بھی اپنے ہاں شروع کر دی ہے، اگرچہ اس کا وہ معیار نہیں ہے جو ہونا چاہئے۔ دنیوی تعلیم کے حوالے سے بھی محض آرٹس کے مضامین ہی مدارس

(باقی صفحہ 19 پر)

خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خطبۂ اوّل

حمد و ثنا کے بعد فرمایا: تم لوگوں نے مجھے امیر بنایا ہے اگرچہ میں اس قابل نہیں تھا۔ اب اگر میں بھلائی کروں تو تم میری مدد کرنا اور اگر برائی کروں تو میری سرزنش کرنا۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے۔ تم میں سے ضعیف لوگ میرے نزدیک اس وقت تک قوی ہیں جب تک میں ان کا حق نہ دلوا دوں۔ (ان اشاء اللہ) اور تمہارے قوی میرے لئے ضعیف ہیں جب تک کہ ان سے دوسروں کا حق نہ دلوا دوں۔ ان شاء اللہ۔ جس قوم نے جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیا وہ ذلیل ہو گئی۔ جس قوم میں بدکاری پھیل گئی اللہ تعالیٰ نے اس کو بلا میں گرفتار کر دیا۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کروں تم میری اطاعت کرنا اور جب میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں، (العیاذ باللہ) تو میری اطاعت تم پر واجب نہ رہے گی۔ بس چلو نماز پڑھو۔ خداوند تعالیٰ تم پر رحم فرمائیں۔

دوسری روایت میں انہوں نے مزید فرمایا۔

واللہ مجھے دن رات میں کبھی امارت کا شوق نہیں ہوا۔ نہ میں نے اس کی حرص کی نہ میں نے اللہ سے اس کی ظاہر و باطن میں دعا مانگی۔ اصل یہ ہے کہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں فتنہ نہ پیدا ہو جائے ورنہ مجھے خلافت میں کوئی راحت نہیں۔ مجھے ایک بہت بڑا کام سپرد کر دیا گیا ہے اور میری گردن میں طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا گیا ہے مگر مجھے اللہ اور قوت پر پورا بھروسہ ہے۔

------دعوتِ فکر !

خلیفہ راشد کے اس خطبہ کی روشنی میں مسلمانوں کے امیر میں جو اوصاف نظر آتے ہیں ان کو آج کے عالم اسلام کے تمام حکمرانوں میں تلاش کر کے دیکھئے۔ کیا یہ اوصاف یا ان کا کوئی عکس بھی ان حکمرانوں میں موجود ہے؟۔ اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو اس خلافت کے قیام کے لئے کیا ہم میں تڑپ پیدا نہیں ہونی چاہئے جس کے نتیجے میں ہمیں ایسے حاکم میسر آئیں؟۔

تِرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کُشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشّاف

تنظیمِ اسلامی کے زیر اہتمام ملک بھر میں دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگراموں کی ایک جھلک

ماہ صیام اپنی تمام تر خیر و برکت کے ساتھ ہم پر سایہ فگن ہے۔ ان خیر و برکت کی ساعتوں سے ہم کس قدر استفادہ کرتے ہیں' اس کا دار و مدار ہماری سعی و جہد پر ہے۔ بقول جگر مراد آبادی ؎

پھول کھلے ہیں گلشن گلشن
لیکن اپنا اپنا دامن

حدیث رسول کے مطابق رمضان المبارک کا روحانی تربیتی پروگرام دو طرفہ ہوتا ہے یعنی دن کا روزہ اور رات کا قیام۔ امیر تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے آج سے کوئی تیرہ سال قبل قیام الیل کو بیک وقت قرآن حکیم کی تفہیم اور اس کی ساعت کے روحانی پہلو کے ساتھ متعارف کرایا تھا جو دورۂ ترجمہ قرآن کے نام سے معروف ہوا۔ الحمدللہ' جس کام کا آغاز امیر محترم نے کیا تھا' اب وہ بہت وسعت اختیار کر چکا ہے۔ اس وقت اس طرز کے پروگرام نہ صرف اندرون پاکستان بلکہ بیرون پاکستان بھی جاری ہیں۔

امیر محترم مدظلہ اپنی گرتی ہوئی صحت کے باوجود سالہا سال سے دورۂ ترجمہ قرآن کی سعادت بنفس نفیس بھی حاصل کرتے آ رہے ہیں۔ امسال انہوں نے امریکہ کے رفقاء تنظیم اسلامی کے اصرار پر اور پھر اس کام کی اہمیت کے پیش نظر امریکہ کے شہر نیو جرسی کی مسجد اسلامک سینٹر میں بزبان انگریزی دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام بنایا تھا۔ اگرچہ جانے سے قبل ہی امیر محترم کے گھٹنوں کی تکلیف شدید سے شدید تر ہو رہی تھی' اس لئے انہوں نے جانے سے ایک ہفتہ قبل اپنی طرف سے ایک طویل معذرت نامہ بھی ارسال کر دیا تھا لیکن وہاں کے رفقاء کا شدید اصرار تھا کہ امیر محترم ضرور تشریف لائیں۔ اگر پروگرام جاری رکھنا ممکن نہ ہوا تو ان کے عقید تمندوں کو کم سے کم یہ حسرت تو نہ رہے کہ امریکہ میں ہوتے ہوئے وہ اپنے محسن کو جدید ترین علاج کی سہولت فراہم نہ کر سکے۔ بہرحال امیر محترم شدید تکلیف کے باوجود حسب پروگرام ۲۰ جنوری کو امریکہ تشریف لے گئے جہاں ان کے دونوں گھٹنوں کا بڑا آپریشن ہوا اور یہ امید بندھنے لگی کہ ترجمہ قرآن کا مجوزہ پروگرام بھی پورا ہو سکے گا لیکن مشیت ایزدی میں اس کی تکمیل شامل نہ تھی۔ صرف تین دن یہ پروگرام جاری رہ سکا جس کے بعد گھٹنوں کی تکلیف بڑھ جانے کی وجہ سے اسے موقوف کرنا پڑا۔ امیر محترم تاحال امریکہ میں ہی مقیم اور زیر علاج ہیں۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ رمضان کی بابرکت ساعتوں میں محترم ڈاکٹر صاحب کی صحت یابی کے لئے خصوصی دعا کریں۔

امیر محترم کی عدم موجودگی کی وجہ سے قرآن اکیڈمی کی مسجد جامع القرآن میں دورۂ ترجمہ قرآن کی سعادت ان کے شاگرد رشید انجینئر مختار حسین فاروقی کے حصے میں آئی ہے۔ ان دنوں جو لوگ بھی جامع القرآن' قرآن اکیڈمی کے اس پروگرام میں شرکت فرما رہے ہیں' وہ بخوبی آگاہ ہیں کہ محترم فاروقی صاحب کس قدر اعتماد اور وثوق کے ساتھ قرآن حکیم کے رموز و معارف بیان فرما رہے ہیں۔ یہ بات انتہائی اطمینان بخش ہے کہ فاروقی صاحب کو سننے والے امیر محترم مدظلہ کی عدم موجودگی کا اتنا شدید احساس نہیں رکھتے جس کا اندیشہ کیا جا سکتا تھا۔ لاہور کے اس مرکزی پروگرام سے شرکاء کی ایک کثیر تعداد فیض یاب ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فاروقی صاحب کی محنت کو شرف قبول عطا فرمائے۔

ذیل میں ہم تنظیم اسلامی پنجاب اور سندھ کے حلقوں میں ہونے والے دورۂ ترجمہ قرآن کی فہرست دے رہے ہیں۔ اس فہرست کو ہرگز مکمل نہیں سمجھنا چاہئے' اس لئے کہ بے شمار مقامات ایسے ہیں جہاں سے تاحال ہمیں کوئی رپورٹ نہیں مل سکی۔ اسی طرح حلقہ سرحد و بلوچستان میں منعقد ہونے والے دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کی رپورٹ بھی ہمیں نہیں مل سکی۔ اس کے باوجود اس مختصر سی فہرست سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دعوت رجوع الی القرآن کی تحریک کس قدر تیزی سے پھیل رہی ہے۔ یہاں یہ بات بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ جو لوگ ان پروگراموں میں شریک نہیں ہوتے' وہ ان کی افادیت سے کماحقہ آگاہ نہیں ہو سکتے۔ واقعتاً جو لوگ ان پروگراموں سے کلی یا جزوی استفادہ کرنے کی کوشش نہیں کر رہے' وہ بہت بڑی نعمت سے اپنے آپ کو محروم کر رہے ہیں۔ بقول علامہ اقبال ؎

موسم اچھا' پانی وافر' مٹی بھی زرخیز
جس نے اپنا کھیت نہ سینچا وہ کیسا دہقان

دورۂ ترجمہ کے ان پروگراموں میں قرآنِ حکیم کا وہ حصہ جو بعد میں کھڑے ہو کر کسی خوش الحان قاری کی آواز میں سنا جاتا ہے' پہلے اس کا ترجمہ اور مختصر تفسیر بیان کر دی جاتی ہے اس طرح وہ کیفیت کسی درجے میں حاصل ہو جاتی ہے کہ جسے اقبال نے یوں بیان کیا ہے کہ ؎

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

ٹیلی فون نمبروں کی تبدیلی

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور اور

"ندائے خلافت" کے نئے

ٹیلی فون نمبر 5869501 اور 5869502 ہیں۔

احباب و قارئین نوٹ فرمالیں --- ادارہ

مقام	مترجم
تنظیم اسلامی حلقہ لاہور ڈویژن	
۱ ۔ مرکزی دفتر تنظیم اسلامی پاکستان گڑھی شاہو لاہور	جناب ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی ڈاکٹر عبد الخالق
۲ ۔ تنظیم اسلامی لاہور وسطی برمکان جناب الطاف حسین واقع مزنگ	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۳ ۔ تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی انجمن خدام القرآن کی مسجد واقع والٹن	جناب فتح محمد قریشی
۴ ۔ تنظیم اسلامی لاہور غربی رہائش گاہ امیر لاہور غربی جناب ملک منیر احمد واقع فیروز والا	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۵ ۔ تنظیم اسلامی لاہور جنوبی برمکان مہر علاؤ الدین واقع ڈھولن وال	قائم مقام امیر تنظیم اسلامی چودھری رحمت اللہ بٹر
تنظیم اسلامی حلقہ ملتان ڈویژن	
قرآن اکیڈمی ملتان	ڈاکٹر طاہر خان خاکوانی
تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن	
جامع مسجد گوجراں اندرون چوک پاکستان گجرات شہر	امیر تنظیم اسلامی گجرات مولانا عبد الرؤف و ناظم حلقہ جناب شاہد اسلم
تنظیم اسلامی حلقہ غربی پنجاب	
دفتر تنظیم اسلامی فیصل آباد	ڈاکٹر عبد السمیع صاحب
تنظیم اسلامی راولپنڈی و اسلام آباد	
۱ ۔ اسرہ کینٹ، دفتر تنظیم	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۲ ۔ اسرہ شکریال، برمکان ناظم حلقہ شمس الحق اعوان	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۳ ۔ اسرہ مسلم ٹاؤن راولپنڈی برمکان امیر تنظیم اسلامی راولپنڈی جناب شمیم اختر	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۴ ۔ اسرہ صادق آباد راولپنڈی	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۵ ۔ اسرہ ربانی آباد راولپنڈی	نقیب، محبوب ربانی مغل
۶ ۔ دفتر انجمن خدام القرآن واقع میلوڈی، اسلام آباد	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۷ ۔ برمکان امیر تنظیم اسلامی اسلام آباد رانا عبد الغفور صاحب	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۸ ۔ برمکان جناب عظمت ممتاز ثاقب واقع 10/F اسلام آباد	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۹ ۔ برمکان پروفیسر غلام رسول غازی واقع کالونی قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۱۰ ۔ اسرہ ماڈل ٹاؤن ہمک، اسلام آباد	جناب شفاء اللہ خان
تنظیم اسلامی کراچی	
تنظیم وسطی	
۱ ۔ ۲-۱۲-بی-۴، ناظم آباد	عبد المقتدر صاحب
۲ ۔ ۸-۳۴۶ عزیز آباد	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۳ ۔ ۶۱۴-آر سیکٹر-۹، نارتھ کراچی	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۴ ۔ ۲-اے، رونی ولاز-گلشن اقبال	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
تنظیم شرقی نمبر۱	
۱ ۔ دفتر تنظیم-فلیٹ-۱-حق اسکوائر-پہلی منزل عقب اشفاق میموریل ہسپتال-یونیورسٹی روڈ	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۲ ۔ بی-۱۴۵، بلاک ۱۳-ڈی-۱، گلشن اقبال	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۳ ۔ آر-۲-عابد ٹاؤن-گلشن اقبال	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
تنظیم شرقی نمبر۲	
۱ ۔ سی-۱۱۳، مادام اپارٹمنٹس-شاہراہ فیصل	اعجاز لطیف صاحب
۲ ۔ اے-۲۲، الحبیب گارڈن، ماڈل کالونی	شمس العارفین صاحب
۳ ۔ سی-۵ گلشن اصغر، عقب مادام اپارٹمنٹ	اہلیہ اعجاز لطیف صاحب
۴ ۔ ڈی-۲۴، ملیر کینٹ بازار	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۵ ۔ ۱۴۹-۲۶ ڈرگ روڈ کینٹ بازار	اہلیہ طارق سعید صاحب
تنظیم شرقی نمبر۳	
۱ ۔ مسجد طیبہ-زمان ٹاؤن	سید یونس واجد صاحب
۲ ۔ ۶-۹۷-اریا ون-ڈی لانڈھی-۱	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
تنظیم جنوبی	
مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، کراچی	انجینئر نوید احمد صاحب
اسرہ غربی	
ایکس-۱۰ آخری اسٹاپ، اتحاد ٹاؤن	بذریعہ ویڈیو کیسٹ

مغرب "Militant Islam" سے خوف زدہ ہے

فرقہ واریت بڑا خطرہ بنتی جا رہی ہے

فرقہ واریت کا علاج "حبل اللہ" یعنی قرآن سے چمٹ جانے میں ہے

موتمر عالم اسلامی کے کراچی کے مسئلے پر منعقدہ ایک اہم اجلاس کی روداد جسے محمد سمیع نے رپورٹ کیا ہے

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "تو مسلمانوں کو آپس میں رحم کرنے' محبت کرنے اور ایک دوسرے کی طرف جھکنے میں ایسا دیکھے گا جیسا کہ جسم کا حال ہوتا ہے کہ اگر ایک عضو کو کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے تو جسم کے بقیہ اعضاء بے خوابی اور بخار کے ساتھ اس کا ساتھ دیتے ہیں"۔ سو اگر اب تک عالم اسلام نے امت کے جسد کے اس عضو کا جسے پاکستان کہتے ہیں اور خصوصاً اس کے اس حصے کا جو کراچی کے نام سے جانا جاتا ہے' درد محسوس نہیں کیا تو امید کی جانی چاہئے کہ اب ایسا ممکن ہو گا کیونکہ موتمر عالم اسلامی نے اپنے ہیڈ کوارٹر میں جو کراچی کے علاقے گلشن اقبال میں واقع ہے' ۲۹ / جنوری کو ایک مشاورتی اجلاس کا انعقاد کیا' جس میں اگرچہ پاکستان کے باہر سے عالم اسلام کا کوئی نمائندہ تو موجود نہیں تھا لیکن بقول علامہ محمد بنوری محترم کے' پاکستان کے ارباب حل و عقد کو ضرور دعوت دی گئی تھی کہ کراچی کے مسئلے پر اپنے خیالات اور مشورے پیش کریں تاکہ رب کریم اس مسئلے کے حل کی کوئی صورت پیدا فرمائے۔

اس نشست کا آغاز سینیٹر راجہ محمد ظفرالحق صاحب نے جو موتمر کے جنرل سکریٹری ہیں اور اس اجلاس کی صدارت فرما رہے تھے' کرتے ہوئے کہا کہ اگرچہ اس قسم کے اجلاس پر عموماً نشستند و گفتند و برخواستند کی پھبتی کسے جانے کا امکان ہوتا ہے لیکن مجھے توقع ہے کہ ان شاء اللہ اس کے اچھے نتائج نکلیں گے کیونکہ خلوص کے ساتھ کیا جانے والا کوئی عمل ضائع نہیں ہوتا۔ انہوں نے مختصر الفاظ میں اس اجلاس کی نوعیت بیان فرمائی اور اس کے بعد شرکاء کو اظہار خیال کی دعوت دی۔ اس سے قبل سورۂ آل عمران آیات نمبر ۱۰۲۔ ۱۰۳ کی تلاوت موقع کی مناسبت سے کی گئی۔ بہتر ہوتا اگر قاری صاحب ان آیات کا ترجمہ بھی بیان فرماتے اور عمل کی ترغیب بھی دیتے ورنہ تو قرآن کریم کی آیات کی ایسے موقعوں پر تلاوت ایک رسمی سی بات بن کر رہ جاتی ہے۔ مدعوین میں سے سب سے پہلے شیعہ لیڈر آغا مرتضیٰ پویا نے اظہار خیال کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ وطن عزیز میں ۱۹۷۳ء تک کوئی شیعہ سنی فساد نہیں ہوا سوائے ایک واقعہ کے جو ۶۳ء میں خیرپور کے نزدیک "ٹھیری" میں ہوا تھا اور ۷۹ء سے ۸۷ء تک محض شیعہ سنی تنازعہ کے سبب کوئی قتل نہیں ہوا۔ (فاضل مقرر کی بات درست نہیں قتل کے اکا دکا واقعات اس عرصہ کے دوران بھی ہوتے رہے ہیں۔ ادارہ) ان کے خیال میں ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد اسلام دشمن قوتوں نے اس معاملہ کو ہوا دی جس کے نتائج آج برآمد ہو رہے ہیں جبکہ عوام کا فرقہ واریت سے کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے ٹانک (صوبہ سرحد) کے واقعہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ وہاں خود جامع مسجد کے خطیب نے جن کا تعلق جمعیت علماء اسلام سے تھا' لوگوں پر اجتماعی جرمانے عائد کئے اور اس سے حاصل ہونے والی رقم سے فساد میں ہونے والے نقصانات کو پورا کیا۔

پویا صاحب نے تجویز پیش کی کہ تمام مسالک کے نمائندوں پر مشتمل ایک مستقل سیاسی فورم قائم کیا جانا چاہئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ایک اصلی اسلامی تحریک کے آغاز پر بھی زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ اس لئے ضروری ہے کہ اسلام دشمن قوتیں ہمیں لامذہب بنانا چاہتی ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے لوئی پلان کا حوالہ دیا جس کا مقصد Rebulkanisation of Muslims on ethnic lines یعنی مسلمانوں کی نسلی بنیادوں پر دوبارہ تقسیم تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ جس طرح شریعت بل کے معاملے میں مختلف مسالک کے علماء نے میثاق منصورہ پیش کیا تھا' اس مسئلے پر بھی علماء کو اسی نہج پر کام کرنا چاہئے۔ آغا مرتضیٰ پویا کے بعد پروفیسر شاہ فرید الحق نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ پاکستان کی سابقہ حکومتوں نے مسلسل یہ تاثر دیا کہ سندھ دو لسانی صوبہ ہے اور اس کا ثبوت کوٹا سسٹم ہے جو ہر دور حکومت میں برقرار رہا۔ انہوں نے کہا کہ جب آپ نے سندھ کو دیہی اور شہری علاقوں میں تقسیم کر کے 40 : 60 کا کوٹا قائم کر دیا تو اس کے نتیجے میں حقوق کے حصول کی دوڑ لازمی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ مسئلہ افغانستان کے نتیجے میں یہاں اسلحہ کی ریل پیل ہوئی جس پر کوئی حکومت کنٹرول نہیں کر سکی' اور تجویز پیش کی کہ حکومت کو چاہئے کہ متحارب گروپوں کے نمائندوں کو ایک میز پر بٹھا کر انہیں مجبور کرے کہ وہ خود مسئلہ کا کوئی حل نکالیں۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اس گڑبڑ میں قادیانیوں کے کردار سے ہمیں غافل نہیں ہونا چاہئے۔ ان کے مطابق قادیانیوں نے خود ان کے سامنے یہ کہا تھا کہ بھٹو کو پھانسی اور ضیاء الحق کی حادثاتی موت وغیرہ اللہ کی ناراضگی کا نتیجہ ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہے کہ ہم نے انہیں کافر قرار دے دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ ہم پاکستان کے حصول کے مقصد کو فراموش کر بیٹھے ہیں اور اس کے قیام کے لئے مختلف جواز پیش کرتے رہے ہیں کہ اصل مقصد ہندوؤں کے نرغے سے مسلمانوں کو نکالنا تھا وغیرہ۔

مولانا محمد بنوری صاحب نے تائید میں فرمایا کہ یہ ساری مصیبت ہماری اس نظریئے سے روگردانی کی وجہ سے ہے جس پر یہ ملک قائم ہوا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ مشرقی پاکستان تمام تر دوریوں اور مختلف تہذیب و ثقافت کا حامل ہونے کے باوجود اگر اتنے

عرصے پاکستان کا حصہ رہا تو وہ بھی صرف اسی نظریہ کی بنیاد پر۔ انہوں نے فرمایا کہ چہروں کی تبدیلی کی بجائے یہاں ضرورت نظام کی تبدیلی کی ہے۔ انہوں نے مذہبی فرقہ واریت کے سدباب کے لئے قانون سازی کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اسلحے کی نمائش پر بھی پابندی ہونی چاہئے اور یہ کہ قادیانیوں کی تکفیر بھی اس طرح نہیں ہوئی جس طرح آج کچھ لوگ کہہ رہے ہیں بلکہ انہیں دستور سازی کے ذریعے کافر قرار دیا گیا۔ انہوں نے پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب کی اس تجویز کی بھی تائید کی کہ متحارب گروپوں کو آمنے سامنے بٹھا کر مسئلے کا حل تلاش کرنا چاہئے۔ علامہ ترابی صاحب نے اہل تشیع کی تکفیر کے سلسلے میں علماء کے رویہ کا شکوہ کیا جنہوں نے اس پر کوئی احتجاج نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم اگر قیام پاکستان کے مقاصد کے حصول میں ناکام رہے ہیں تو اس کی وجہ بھی مسلکی اختلافات ہیں۔ انہوں نے اس پر زور دیا کہ مختلف مکاتب فکر کے اہل الرائے کا مجتمع ہونا ضروری ہے اور مشترکہ باتوں پر ان کا اتحاد ہو سکتا ہے۔

جناب قطب الدین عزیز نے پر جوش انداز میں خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ آج مغرب نے اسلام کے Militant ہونے کا زبردست پروپیگنڈا کیا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنے بیرون ملک قیام کے دوران پیش آنے والے واقعات کا بھی حوالہ دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ روسی لیڈروں نے بھی امریکہ کو افغانستان کے مسئلے پر یہ سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ ہم وہاں مداخلت کر کے دراصل مغربی دنیا کو Militant Islam سے بچانا چاہتے ہیں۔ آج بھی عالم اسلام اپنی بیرون دشمنوں کی سازشوں کی زد میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستانی تخریب کار ہماری صفوں میں شامل ہو کر فساد مچا رہے ہیں۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ سینٹ اور اسمبلی کی مشترکہ کمیٹی تشکیل دی جانی چاہئے جو حالات کا جائزہ لینے کے لئے صوبہ سندھ کا دورہ کرے۔ مزید یہ کہ علماء میں اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے۔ انہوں نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ اس مشاورت کے نتیجے میں ایک مشترکہ اعلامیہ بھی جاری ہونا چاہئے۔ اس مقصد کے لئے ایک سب کمیٹی فوری طور پر تشکیل دی گئی جو مشترکہ اعلامیہ کی تیاری میں لگ گئی۔

اس سے قبل ایک شیعہ عالم نے میثاق منصورہ اور مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب کے تیار کئے ہوئے ضابطہ اخلاق کے حوالے سے مذہبی فرقہ واریت کے سدباب کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل پر زور دیا۔ مولانا رفیع عثمانی صاحب کی نمائندگی ان کے صاحبزادے مولانا زبیر عثمانی نے کی۔ انہوں نے بھی تمام مسالک کے علماء پر مشتمل کمیٹی کی تجویز پیش کی جو ان فسادات کی وجوہ کی تحقیق کرے اور اپنی رپورٹ شائع کرے۔ ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب نے کردار سازی کی ضرورت پر زور دیا اور فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلے اپنے ساتھیوں کی کردار سازی کی تھی۔ اس کے لئے انہوں نے تعلیم و تعلم قرآن پر زور دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں جب کسی مریض کو نسخہ دیتا ہوں تو پوچھتا ہوں کہ تم اس نسخے کو کیا کرو گے۔ وہ کہتا ہے کہ میں اسے دوا فروش کو دکھا کر دوا حاصل کروں گا۔ اسے کھاؤں گا پھر آپ کو نتائج سے آگاہ کروں گا۔ تو میں اس سے کہتا ہوں کہ افسوس ہے کہ قادر مطلق نے جو نسخہ قرآن کریم کی صورت میں ہمیں عطا کیا ہوا ہے اس سے ہم بے اعتنائی برتتے ہیں۔ کردار سازی کی ضمن میں انہوں نے فکر آخرت کو دلوں میں راسخ کرنے کی ضرورت پر بھی زور دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر حکومت لوگوں کو تحفظ فراہم نہیں کر سکتی تو اسے چاہئے کہ اسلحے کے لائسنس کو عام کر دے تاکہ لوگ خود اپنا تحفظ کر سکیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہوتا یہ ہے کہ جن لوگوں کے پاس اسلحہ کا لائسنس ہوتا ہے ان سے ہتھیار واپس لے لئے جاتے ہیں اور وہ بغیر لائسنس اسلحہ رکھنے والوں کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ انہوں نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ جس طرح قادیانیوں نے ذرائع ابلاغ کے بین الاقوامی چینل حاصل کر کے قادیانیت کی تبلیغ و اشاعت شروع کی ہے، ہمیں بھی چاہئے کہ اسی نہج پر کام کریں۔ اس پر راجہ ظفر الحق صاحب نے فرمایا کہ موتمر نے اس سلسلے میں کام کا آغاز کر دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے مزید فرمایا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اکابرین کا احترام کیا جائے اور اخلاقی عقائد کی اشاعت عام نہ ہو بلکہ اسے اپنے مسلک کے لوگوں تک محدود رکھا جائے تاکہ دوسروں کی دل آزاری نہ ہو۔

جماعت اہل حدیث کے چیف آرگنائزر نے جو ایک نوجوان آدمی ہیں، کہا کہ اس وقت اجتماعی توبہ کی اشد ضرورت ہے۔ انہوں نے یہ بھی گزارش کی کہ قانون سازی کے ذریعے کم از کم احترام رمضان المبارک کے تقاضے کے طور پر سینما ہال اور ویڈیو شاپس لازماً بند کروائے جائیں۔ سندھ مسلم لیگ (ن) کے ممتاز رہنما الحاج شمیم نے فرمایا کہ سیاسی اتحادوں کا قیام صرف انتخابات تک محدود ہوتا ہے۔ الیکشن کے نتیجے میں ۷۱ء میں ہم نے آدھا ملک کھو دیا، ۷۷ء کے انتخابات کے نتائج پر عدم اطمینان کے اظہار کے طور پر نظام مصطفےٰ کی تحریک چلی لیکن اس کے نتیجے میں ملک کا طویل ترین مارشل لاء ہماری جڑوں میں بیٹھ گیا۔ ۸۵ء کے انتخابات گو غیر جماعتی بنیادوں پر تھے لیکن اس کے نتیجے میں قومیتوں پر مبنی گروہ بندیاں قائم ہوئیں، اسلحہ اور منشیات عام ہوئے جس کے نتائج ہم آج تک بھگت رہے ہیں۔ ۸۸ء کے الیکشن کے نتیجے میں بڑے بڑے سرکردہ مجرموں کو شرافت کی سند عطا کر کے جیل سے رہا کیا گیا اور وہ معاشرے میں پھیل گئے۔ ۹۰ء کے الیکشن کے نتیجے میں بھی ہم اسلام کے لئے کچھ نہ کر سکے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ اسلامی کانفرنس کے ادارے کو روس کے خاتمے کے بعد اقوام متحدہ میں ویٹو پاور دلایا جانا چاہئے۔

محمد نسیم الدین، ناظم تنظیم اسلامی حلقہ سندھ کی نمائندگی ان کی غیر موجودگی میں جناب اعجاز لطیف صاحب، رکن مرکزی مجلس شوریٰ نے کی۔ انہوں نے اپنی مختصر گفتگو میں اس بات پر زور دیا کہ اس تصور کو عام کرنے کی ضرورت ہے کہ اسلام صرف ایک مذہب نہیں بلکہ مکمل دین ہے جو زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔ ورنہ اسلام صرف مسجدوں اور امام بارگاہوں کی چار دیواری کے اندر محدود رہے گا، تو ان مسائل کا کوئی حل نہیں نکل سکے گا جن پر غور کے لئے ہم جمع ہوئے ہیں۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ ان مذہبی سیاسی جماعتوں کو جو قیام پاکستان سے اب تک اقتدار کی کشمکش میں شریک رہی ہیں، غور کرنا چاہئے کہ آخر وہ کیوں ناکام رہی ہیں!۔

آخر میں صدر مجلس سینٹر راجہ ظفر الحق کی دلنشین گفتگو کا تذکرہ ضروری ہے جو نہ صرف یہ کہ ایک پرکشش شخصیت کے حامل ہیں بلکہ جن کا انداز گفتگو اور الفاظ کا انتخاب انتہائی موثر ہے۔ انہوں نے اپنی ابتدائی گفتگو میں یہ فرمایا تھا کہ کراچی کو وہ پاکستان کا نہ صرف سیاسی بلکہ اقتصادی دارالخلافہ بھی تصور کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہمارے اندرونی حالات کی بناء پر بیرون ملک بھی ہمارا امیج خراب ہو رہا ہے۔ ایک صحت مند معاشرہ میں بیرونی دباؤ کے دفاع کی قوت ہوتی ہے جبکہ ہمارا معاشرہ ہمیشہ دوسروں کے دباؤ میں ہوتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آج دنیا کے ۲۲۔ ۲۳ مسلم ممالک دباؤ کا شکار ہیں۔ لیکن ہمارا حال یہ

(باقی صفحہ 19 پر)

مسلمان کبھی مغربی سامراج کے چنگل سے نکل بھی سکیں گے ؟

اخذ و ترجمہ : سردار اعوان

فرانس الجزائر کو اب بھی اپنی جاگیر سمجھتا ہے ؟

الجزائر امریکہ کے لئے دوسرا ایران ثابت ہو گا

فرانس کے علاوہ معاشی ترقی کے بہانے امریکہ بھی الجزائر میں مستقل طور پر اپنے قدم جمانے کا خواہش مند ہے

دہشت گردی سے بچاؤ سے متعلق برطانوی ماہر "بریان جینکنز" اپنے امریکی گاہکوں کو مشورہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابھی الجزائری شہروں کا رخ کرنا خطرے سے خالی نہیں۔ اصل صورت حال اس سے بھی خراب تر ہے۔ الجزائر کے بدنام زمانہ فوجی ٹولے اور مسلم بنیاد پرستوں کے درمیان گذشتہ تین سال سے جاری خانہ جنگی میں غیر ملکی خاص طور پر نشانہ بنتے ہیں۔ تاہم حالیہ برس غیر ملکیوں کے لئے نسبتاً بہت اچھا رہا ہے اور انہیں الجزائر میں موجود تیل اور قدرتی گیس کے وسیع ذخائر تک رسائی حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی ہے۔ حکومت کی آزاد معاشی حکمت عملی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امریکی کمپنیوں نے تیل کی تلاش اور تعمیرات کے ٹھیکے حاصل کرنے میں خوب ہاتھ رنگے ہیں جس سے فرانس کو صدمہ پہنچا ہے کیونکہ وہ اپنی اس سابقہ نو آبادی کو اب بھی اپنی جاگیر سمجھتا ہے۔

الجزائر میں اس وقت چار سو امریکی موجود ہیں مگر خوش قسمتی سے وہ سب کے سب تاحال زندہ سلامت ہیں، حالانکہ ۱۹۹۳ء کے بعد سے اسی غیر ملکیوں کو اب تک قتل کیا جا چکا ہے۔ کیا یہ محض امریکیوں کی خوش قسمتی ہے یا کچھ اور وجہ بھی ہے۔ دراصل واشنگٹن اپنی وہ غلطی اب نہیں دہرانا چاہتا جو اس نے ایرانی انقلاب کے موقعہ پر کی تھی اور سارے انڈے ایک ہی ٹوکری میں ڈال دیئے تھے۔ چنانچہ امریکی سفارت کار اسلامی سالویشن فرنٹ (FIS) کے جلاوطن رہنماؤں سے ملاقاتیں کرتے رہے ہیں۔ ان کے ایک راہنما کو فرانس کے اعتراض کے باوجود شکاگو میں رہنے کی اجازت بھی دے دی گئی۔ واشنگٹن کو گذشتہ ہفتے روم میں ہونے والی کانفرنس سے بھی تقویت حاصل ہوئی، جس میں حزب مخالف کی سیکولر جماعتوں اور FIS کے درمیان مذاکرات ہوئے اور انہوں نے الجزائر میں فرانس کی شہ پر مسلط فوجی حکمرانوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے صلاح مشورہ کیا۔ آج جو کچھ امریکہ الجزائر میں موجود اپنے شہریوں اور اپنے مفادات کی خاطر کر رہا ہے، اس سے قبل مشرق وسطیٰ میں وہی کچھ فرانس کرتا رہا ہے۔ مگر اب اسے امریکہ کی یہ باتیں اچھی نہیں لگ رہیں۔ چنانچہ فرانس کا ایک اعتدال پسند جریدہ لکھتا ہے کہ ہمارے امریکی حلیف FIS کو جو امداد فراہم کر رہے ہیں وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس لئے اس پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہئے کہ آج تک وہاں کسی امریکی کو کیوں گولی نہیں لگی۔ اسی طرح ایک بائیں جانب جھکاؤ رکھنے والے فرانسیسی ہفت روزہ کا تبصرہ تھا کہ اگر بنیاد پرست اقتدار میں آئے تو "انکل سام" ان کے ساتھ ہوں گے۔

الجزائر میں کام کرنے والے امریکی سرمایہ کاروں کا کہنا ہے کہ انہیں وہاں جو موقعہ میسر آیا ہے وہ اسے ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتے۔ ایک تیل کمپنی کے سربراہ نے بتایا کہ ہمارا تو کاروبار ہی تیل کی تلاش ہے اور الجزائر میں تیل کے بے پناہ ذخائر موجود ہیں۔ خلیج کو چھوڑ کر تیل کے حوالے سے الجزائر دنیا میں چوتھے نمبر پر ہے۔ کئی صنعتی ماہرین کے نزدیک الجزائر دوسرا سعودی عرب ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ الجزائر تیل خریدنے والوں کے بالکل دروازے پر ہے۔ سسلی تک تیل کی پائپ لائن پہلے ہی موجود ہے جبکہ ایک اور پائپ لائن سپین تک بچھائی جا رہی ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ یورپ براہ راست تیل کے کنوؤں سے تیل حاصل کر سکتا ہے۔

الجزائر کے (دائیں سے بائیں) علی یحییٰ، انور صدام اور احمد بن بیلا روم میں پریس کانفرنس سے مخاطب ہیں

امریکی کاروباری اداروں کا خیال ہے کہ الجزائر میں روسی طرز کی بدعنوان حکومتوں کے ہاتھوں ملکی معیشت کو جو نقصان پہنچا ہے اگر اس کی تلافی کی جا سکے تو کوئی بھی آنے والی حکومت اسے رد نہیں کر سکے گی۔ کیونکہ اسے بہرحال ملکی حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ کہنا حماقت ہے کہ بنیاد پرست برسراقتدار آ گئے تو یہ دوسرا ایران بن جائے گا۔ اگرچہ FIS کے عہدہ دار کہتے رہے ہیں کہ وہ ۱۹۹۲ء کے بعد طے پانے والے کسی معاہدے کی ذمہ داری قبول نہیں کریں گے لیکن وہ تیل کی تنصیبات پر حملے کرنے سے بہرحال گریز بھی کرتے ہیں۔ گذشتہ ہفتے روم میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں FIS کے ترجمان عبدالنور علی یحییٰ نے بھی اس بات کا اظہار کیا کہ نہ صرف یہ کہ شہریوں کو حملوں کا نشانہ نہیں بنایا جانا چاہئے بلکہ ملکی معیشت کو نقصان پہنچانے والا بھی کوئی کام نہیں کرنا چاہئے۔

امریکی اس قیاس آرائی کو بالکل مسترد نہیں کرتے کہ دہشت گرد امریکیوں کا لحاظ کر کے اور فرانسیسیوں کو نشانہ بنا کر اتحادیوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر یہ خیال اس لئے خام معلوم ہوتا ہے کہ حکومت مخالف اسلامی گروہوں کا آپس میں اتنا گہرا رابطہ موجود نہیں ہے کہ وہ کسی ایک قائد کے تحت کارروائیاں کرتے ہوں۔ وہ کسی غیر ملکی کا پاسپورٹ تک نہیں دیکھتے۔ کیونکہ ان کی رو سے سب غیر ملکی ایک ہیں۔ ایک امریکی کا کہنا تھا کہ وہ الجیریا سے حتی الامکان دور رہتے ہیں اور اپنے آپ کو زیادہ نمایاں کرنے کی بجائے کام سے کام رکھتے ہیں۔

یہ بات ستم ظریفی سے کم نہیں ہو گی کہ الجزائر کے ساتھ فرانس کے تاریخی تعلقات کی جگہ معاشی مفادات لے لیں لیکن یہ امکان موجود ہے کہ معاشی ترقی کے بہانے امریکہ وہاں اپنے قدم جمانے میں کامیاب ہو جائے۔ اگرچہ فرانس کو اب بھی یقین ہے کہ یہ صرف وقتی بات ہو گی بالآخر تاریخی اور جغرافیائی عوامل ہی فیصلہ کن ثابت ہوں گے۔ بنیاد پرستوں کی حکومت بھی یہ حقیقت نظرانداز نہیں کر پائے گی کہ الجیریا سے "مارسیلز" صرف ایک گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے جبکہ نیویارک تک پہنچنے کے لئے پورے سات گھنٹے لگتے ہیں۔ دیکھنے کے لئے انہیں فرانسیسی ٹیلی وژن ہی ملے گا۔ عربی کے بعد اگر وہ کوئی زبان سمجھتے ہیں تو وہ فرانسیسی ہے نہ کہ انگریزی۔ نیز الجزائر اور فرانس کے درمیان موجودہ معاشی تعلقات بالکل معدوم تو نہیں ہو جائیں گے۔ تاہم الجزائر میں جاری خانہ جنگی کا جو بھی نتیجہ نکلتا ہے' تیل اور گیس کے ذخائر اصل جنگ کے مراکز ہوں گے۔ (نیوز ویک۔ جنوری ۲۳)

تراشے

بھارت میں امریکی سفیر "فرینک وزنر" سے نیوز ویک کی ملاقات

پاکستان اور بھارت کا معاملہ مشرق وسطیٰ جیسا ہرگز نہیں!

کاروباری لحاظ سے بھارت امریکہ کے لئے مرکزی اہمیت رکھتا ہے

امریکہ میں ری پبلکن برسراقتدار ہوں یا ڈیموکریٹ' ہمارے قومی مفادات یکساں' مشترک اور باہم مربوط رہتے ہیں

اگرچہ فرینک وزنر (Frank Wisner) گزشتہ جون بھارت میں امریکہ کے سفیر مقرر ہوئے تو انہیں خصوصی طور پر واشنگٹن اور نئی دہلی کے درمیان موجود اس سرد مہری کو ختم کرانے کی خصوصی ذمہ داری سونپی گئی تھی' جس کا سب سرد جنگ کے دور میں بھارت کی غیر وابستگی کی پالیسی تھی اور اب اس کا جوہری پروگرام ہے۔ بھارت کی حالیہ آزاد معیشت کی پالیسی سے دونوں ممالک کو ایک دوسرے کے قریب آنے میں مدد ملی ہے اور امریکی کمپنیاں بھارت کی سب سے بڑی تجارتی حلیف اور بیرونی سرمایہ کار کے طور پر آگے آئی ہیں۔ گزشتہ ہفتہ کے امریکی سیکرٹری دفاع' ولیم پیری کے بھارت کے دورہ کے پیچھے پیچھے اس ہفتے بین الاقوامی تجارت کے سیکرٹری ران براؤن تشریف لا رہے ہیں۔ اس موقعہ پر "وزنر" کے ساتھ نیوز ویک (جنوری ۲۳) کی بات چیت کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔

☆ : امریکہ' بھارت تعلقات میں حالیہ گرم جوشی کا کیا راز ہے؟

○ : گزشتہ چند سالوں میں خاصی بڑی تبدیلی آئی ہے۔ معیشت کے حوالے سے یہ تبدیلی بالکل خلاف توقع ہے۔ کاروباری نقطہ نگاہ سے آئندہ برسوں میں بھارت امریکہ کے لئے مرکزی اہمیت کا حامل ملک ہو گا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ بھارت عالمی سطح پر اپنے تعلقات کا دائرہ وسیع کرنے پر زیادہ آمادہ ہے اور سالہا سال کے بعد سیاسی سطح پر امریکہ' بھارت بات چیت یہ رخ اختیار کر سکی ہے ---- کہ ہم اس علاقے کے سیاسی اور سلامتی کے مسائل زیر بحث لانے کے قابل ہوئے ہیں۔

☆ : پالیسی کی رو سے آپ کے فوری اہداف کیا ہیں؟

○ : پہلا اور اہم ترین ہدف --- ایسے مضبوط تعلقات قائم کرنا' جو ہم گزشتہ چالیس سالوں میں قائم نہیں کر پائے۔ میں پرجوش معاشی تعلقات کا خواہاں ہوں۔ اس کے علاوہ میں چاہوں گا کہ امریکہ' بھارت اور پاکستان کے درمیان کشمیر جیسے مسائل حل کرانے میں مضبوط اور حوصلہ افزا کردار ادا کرے۔

☆ : پاکستان اور بھارت کے درمیان موجود تنازعات کے سلسلے میں کیا امریکہ ثالثی کا کردار ادا کرے گا؟

○ : امریکہ کا ایسا کوئی ارادہ نہیں' پاکستان اور بھارت کا مشرق وسطیٰ کے ممالک جیسا معاملہ نہیں ہے کہ آپس میں کوئی رابطہ ہی نہ ہو۔ البتہ امریکہ دونوں کو بات چیت پر آمادہ کرنے کی کوشش کر سکتا ہے اور ہم یہی کچھ کر رہے ہیں۔

☆ : امریکہ جوہری ہتھیاروں کا مسئلہ' جو برعظیم کا اہم ترین مسئلہ بن چکا ہے' کس طرح حل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟

○ : ہم بھارت اور پاکستان کے ساتھ بیٹھ کر ان کا تعاون حاصل کرنا چاہیں گے تاکہ ------ کسی بین الاقوامی ادارے کو درمیان میں لا کر جوہری مواد کی تیاری اور ایٹمی دھماکہ رکوایا جا سکے۔ ہمیں ذہنوں کو کھلا رکھنا ہوگا اور ایسی کسی بھی بات پر غور کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے جس سے باہمی اعتماد میں اضافہ اور کشیدگی میں کمی ہو سکتی ہو۔ بھارت کی حکومت سے جن امور پر بڑی سرگرمی سے تبادلہ خیالات ہو رہا ہے' ان کی فہرست خاصی طویل ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ بھارت کو اپنے لئے ایک مضبوط دفاعی نظام درکار ہے اور ہماری طرح اسے بھی ملکی سلامتی کے لئے مخصوص حالات درپیش ہیں۔

☆ : کیا اس سے ہم یہ سمجھیں کہ امریکی فارن پالیسی نسبتاً بھارت کے حق میں تبدیل ہوئی ہے؟

○ : نہیں! ایسا سوچنا ٹھیک نہیں ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ جنوبی ایشیا میں امریکہ اگر کسی نئے دوست کا انتخاب کرتا ہے تو پہلا دوست کہیں چلا جائے گا ------ پاکستان کے ساتھ بھی دوستی برقرار رہے گی اور بھارت کے ساتھ بھی دوستی کے مضبوط رشتے استوار ہوں گے۔

☆ : کیا امریکہ کے لئے بھارت اتنی اہمیت اختیار کر سکتا ہے جتنی اس وقت چین کو حاصل ہے؟

○ : امریکہ بھارت کے ساتھ اتنا ہی آگے جا سکتا ہے' جتنا کہ بھارت چاہے گا۔ اگر بھارت آزاد معیشت کے میدان میں آگے بڑھنا چاہے گا تو ہم اس کے لئے تیار ہیں اور اگر اسے ---- امن و استحکام کا کوئی مسئلہ ہے تو ہماری معاونت اور سفارت کاری دستیاب ہے۔ گویا امریکہ بھارت دوستی کے لئے نہ ہمارے ہاں جوش و جذبے کی کوئی کمی ہے اور نہ وسائل کی۔ لیکن اسے کسی دوسرے ملک کے ساتھ امریکہ کے تعلقات کے حوالے سے دیکھنا میرے خیال میں غیر ضروری ہے۔

☆ : بھارت سے متعلق امریکہ کی پالیسی پر نئی وجود میں آنے والی کانگرس کا کیا اثر ہوگا جس میں ریپبلیکن پارٹی کو بالادستی حاصل ہو گئی ہے۔

○ : ایسی ہرگز کوئی بات نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ ری پبلیکن بھارت کے کم دوست ہیں اور ڈیموکریٹ زیادہ' یا وہ زیادہ ہیں اور دوسرے کم۔ بھارت کے ساتھ مضبوط رشتے قائم کرنا ہمارے ملکی مفاد میں ہے۔ لہٰذا نئی کانگرس ہو یا پرانی' اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

☆ : لیکن ری پبلیکنز سینٹرز بھارت سمیت اکثر ممالک کی امداد میں کمی کی بات کرتے ہیں۔

○ : بھارت کے لئے امریکی امداد کی مقدار بالکل مناسب حد کے اندر ہے۔ اس کے مقابلے میں جو نتائج برآمد ہوئے ہیں وہ کہیں زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ لہٰذا اس میں کسی قسم کی کٹوتی کی بات کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

☆ : ماضی میں بھارت نے ان امریکی مشوروں پر کان نہیں دھرا جن کا مقصد بچوں سے کام لینے کی ممانعت اور اجرت کی ایک نچلی حد مقرر کرانا تھا۔ اس سے امریکہ کے انسانی حقوق کے دعوؤں پر زد پڑی؟

○ : آج یہ مسئلہ اتنا سنگین نہیں رہا۔ بھارت ان مسائل کا انکار نہیں کرتا بلکہ انہیں حل کرنے کے لئے بین الاقوامی امداد کا بھی خواہاں ہے۔ اب اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے۔ انسانی حقوق کے معاملے میں بھارت کی کارکردگی بہتر نظر آتی ہے۔

☆ : امریکہ اور بھارت کے درمیان طے پانے والے بعض مشترکہ منصوبوں میں ماحولیات کے تحفظ کی شق بھی شامل کی گئی ہے۔ کیا آئندہ اس طرح کی شقوں پر بھارت کا اصرار بڑھے گا؟

○ : ضرور بڑھنا چاہئے! ہم تو خود یہ چاہتے ہیں۔ امریکی کمپنیاں اعلیٰ ترین درجے کے ماحولیاتی تقاضے پورا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ بھارت کی طرف سے یہ مطالبہ نہایت ذمہ دارانہ ہے۔○○

☆ ☆ ☆

حضرت مولینا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

اپنی تالیف وحدت اُمت ہیں اگر

○ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور مولانا سید انور شاہ کاشمیریؒ

کے دو ایمان افروز اور سبق آموز واقعات کے سوا اور کچھ نہ لکھتے

تب بھی یہ کتاب موتیوں میں تولنے کی مستحق ہوتی

وقت کے اہم ترین موضوع پر اس بہترین اور مفید ترین کتاب کو

اب مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور نے شایانِ شان طور پر شائع کیا ہے۔

بڑے سائز کے ۵۲ صفحات ○ عمدہ دبیز کاغذ ○ دیدہ زیب کور

ہدیہ: ۶ روپے ○ علاوہ محصول ڈاک

نظامِ صلوٰۃ ہمارے اجتماعی نظام کی نمائندہ عبادت ہے

دم توڑتی مغربی تہذیب کا ایک جائزہ

حافظ محمد سلیمان' ایم ایڈ

اُمتِ مسلمہ کی خصوصی ذمہ داری "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" ہے

شرق سے غرب تک اٹھنے والی احیاء اسلام کی تحریکیں مغرب کیلئے موت کا پیغام ثابت ہوں گی (دوسری اور آخری قسط)

اسلام کس طرح زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتا ہے اس کی نہایت خوبصورت عکاسی جناب علی عزت بیگووچ صدر جمہوریہ بوسنیا و ہرزیگوینا اپنی فاضلانہ تصنیف "اسلام اور مشرق و مغرب کی تہذیبی کشمکش' مترجم جناب محمد ایوب منیر" میں اسلام کی بنیادی عبادت نماز کے حوالے سے یوں کرتے ہیں :

(i) جس طرح انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے اسی طرح اسلام مذہب اور معاشرت کا مجموعہ ہے۔ نماز ادا کرتے ہوئے روح اور جسم ایک جان ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح معاشرتی نظام میں مذہب اور اخلاق یک جان ہو سکتے ہیں۔ نظام معاشرت اور مذہب کے درمیان پائی جانے والی ہم آہنگی سے نہ عیسائیت آگاہ ہے اور نہ ہی مادہ پرستی آگاہ ہے جبکہ اسلام کا اولین خاصہ ہی یہ ہے کہ اس نے دین اور دنیا کو یکجا کر دیا ہے۔ (صفحہ ۲۷'۲۸)

(ii) نماز اسلام کے نظام کی بنیاد ہے۔ اس کا محور و مرکز ہے اور اس کی شناخت ہے۔ نماز میں دو ایسے اصول یکجا ہو جاتے ہیں جن کا اجتماع نہ مسیحیت میں ممکن ہے اور نہ مسیحیت کبھی اس کے بارے میں سوچ سکتی ہے یہ دو اصول وضو اور نماز کا عمل ہے۔ وضو جسمانی و ظاہری پاکیزگی عطا کرتا ہے جبکہ نماز روحانی پاکیزگی اور بالیدگی عطا کرتی ہے۔ ظاہری اور روحانی پاکیزگی کے یہ دو اصول اسلام میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ (صفحہ ۲۸)

(iii) اسلام دنیا کو کس طرز پر چلانا چاہتا ہے یہ عمل صلوٰۃ سے واضح ہوتا ہے۔ صلوٰۃ کے ذریعے دو حقیقتیں واضح ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ بنیادی انسانی مقاصد دو ہیں۔ دوم یہ کہ یہ مقاصد منطقی طور پر جدا جدا ہونے کے باوجود انسانی زندگی میں یکجا کئے جا سکتے ہیں کیونکہ ظاہری صفائی ظاہر کئے بغیر صلوٰۃ ادا نہیں کی جا سکتی اور روحانی مدارج ظاہری اعمال اور سماجی کوششوں کے بغیر طے نہیں کئے جا سکتے جس چیز کو ہم "دوگانہ وحدت" قرار دیتے رہے ہیں' اس کا جامع ترین اظہار صلوٰۃ ہے۔ صلوٰۃ اس حقیقت کو ٹھوس شکل دیتی ہے۔ وضو اور اس میں جو اعمال شامل ہوتے ہیں وہ نماز کے منطقی پہلو کی وضاحت کرتے ہیں۔ یہ اعمال صلوٰۃ کو ایک عبادت ہی نہیں بلکہ ایک منظم فعل اور حفظان صحت کا ایک اصول بنا دیتے ہیں۔ صلوٰۃ صرف روحانی عمل ہی نہیں بلکہ ایک متحرک فعل بھی ہے۔ سردی کے موسم میں علی الصبح ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا اور صلوٰۃ کے لئے صفیں ترتیب دینا فوجی تربیت محسوس ہوتا ہے۔ جنگ قادسیہ سے قبل ایک ایرانی سپاہی نے مسلم مجاہدین کی صلوٰۃ کے لئے صف بندی دیکھی تو اس نے اپنے افسر سے کہا "مسلمانوں کی فوج کو جا کر دیکھو وہ کس شاندار انداز میں فوجی مشقیں کرتے ہیں"۔ (صفحہ ۲۷۵'۲۷۶)

(iv) نماز نے ایک اور خصوصیت یعنی سماجی پہلو کو بھی پروان چڑھایا۔ نماز باجماعت ادا کرنا لوگوں کے صرف اجتماع کا نام نہیں ہے بلکہ افراد کے باہم رابطے کا نام بھی ہے اور اس لحاظ سے یہ "منفی انفرادیت" اور "تنہائی پسندی" کی نفی کرتا ہے۔ زندگی انسانوں کو تقسیم کر ڈالتی ہے۔ مساجد لوگوں کو بار بار اکٹھا کرتی ہے اور انہیں باہم ملا دیتی ہیں مساجد تو ہم آہنگی' مساوات' معاشرتی ربط اور خیر خواہی کے سکول ہوتی ہیں۔ (صفحہ ۲۷۷'۲۷۸)

حرف آخر --- مسلم امہ کی خصوصی ذمہ داری

قرآن مجید کی سورۃ آل عمران آیت ۱۰۰ میں مسلم امہ سے خطاب کر کے فرمایا گیا ہے "کنتم خیر امہ اخرت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ" یعنی "تم (عالم انسانیت میں سب سے) اچھی امت ہو جسے اس لئے برپا کیا گیا کہ تم لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دو اور بری باتوں سے روکو (مگر اس سے پہلے خود بھی) اللہ پر ایمان لاؤ"۔

قرآن نے اپنے قطعی اور دو ٹوک انداز میں امت مسلمہ کی خصوصی ذمہ داری کا تعین فرما دیا ہے اور یہ اس بات کا بیانگ دہل اعلان ہے کہ قیامت تک عالمی قیادت کی حقیقی اہل صرف اور صرف یہی امہ ہے اور اب ابد الاباد تک ع

یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

اور ایسا اس لئے ہے کہ اب انسانیت کی بیماریوں کے لئے نسخہ شفا کی حامل یہی امت ہے مگر وہ جو کہا گیا ہے

مرحبا اے مرگ' عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

بدقسمتی یہ ہوئی کہ عالم انسانی کا وہ گروہ جس کے پاس زخموں کے لئے تسکین بخش مرہم تھی' اس کا اپنا پیکر زخم زخم ہے اور حال یہ ہے کہ ۔

تن ہمہ داغ' داغ شد' پنبہ کجا' کجا نہم

ہماری پہلی کوتاہی تو یہ ہے کہ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر ہمارا اپنا کردار اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں ہے۔ چیکو سلاویکیا کی نو مسلمہ خاتون محترمہ فاطمہ نے بالکل بجا طور پر فرمایا ہے کہ (بالخصوص مغرب میں) "فروغ اسلام کے راستے میں یہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے" (بحوالہ کتاب ہم مسلمان کیوں ہوئے صفحہ ۳۸۷)

ظاہر ہے ہماری اس نالائقی پر سب سے زیادہ

خوشی انسانیت کے ازلی دشمن ابلیس کو ہوتی ہے اور وہ (بقول اقبال) اپنی مجلس شوریٰ میں بڑی تسلی' بڑے اطمینان اور بڑی سرشاری سے کہتا ہے۔

"جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے ید بیضا ہے پیران حرم کی آستیں"

ہماری دوسری کوتاہی یہ ہے کہ ہمیں تو بطور عالم انسانی کی قیادت کے تاریخ کی گاڑی کا متحرک انجن ہونا چاہئے تھا۔ ایسا ہونا چاہئے تھا کہ ہم آگے آگے چلتے اور زمانہ ہمارے قدموں پر قدم رکھ کر چلتا لیکن ہم تو اصول حرکت کو بالکل ہی نظرانداز کر بیٹھے اور کم و بیش گذشتہ پانچ صدیوں سے ایسا لگتا ہے کہ مسلم امہ' الا ماشاء اللہ' علمی دریافتوں کے حوالے سے اور ٹیکنالوجی میں ترقی کے حوالے سے بالکل بانجھ ہو کر رہ گئی ہے۔ ٹیکنیکل پسماندگی اور علمی جمود ہماری شناخت ہے۔ اصحاب کہف کی طرح' علمی اور تیکنیکی حوالوں سے ہمارے ہاتھوں میں ایسے سکے ہیں جو دنیا کے بازار میں نہیں چلتے۔ جمود اور پسماندگی کی اس صورتحال کو فلسطینی شاعر سمیع القاسم (ترجمہ امجد اسلام امجد) نے "نامرادی" کے عنوان سے کچھ یوں بیان کیا ہے۔

"اور جب میں زمانے کی دکان پر
اپنے گھر کے لئے روشنی مول لینے کی خاطر گیا
تو میرے حال پر تیرگی ہنس پڑی
میرے ہاتھوں میں سکوں کا انبار تھا
پر دکان جہاں کی کرنسی نہ تھی"

نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے عالم اسلام سیاسی غلامی میں گرفتار ہوا' نجات ملی تو معاشی غلامی میں مبتلا ہوا (اور اب تک ہے) لیکن ان دونوں غلامیوں سے زیادہ خطرناک ثقافتی غلامی ہے جس کے مہیب سائے ہماری نسل پر پڑنے شروع ہو گئے ہیں یہ سائے دن بدن زیادہ گہرے ہوتے جا رہے ہیں جیسے جیسے ذہن پر صنعت کا دھاوا' ڈش انٹینا وغیرہ کی شکل میں شدید تر ہوتا جائے گا۔ ثقافتی ارتداد کا عفریت اسلامی ملکوں کی نژاد نو کو زیادہ سرعت کے ساتھ ہڑپ کر سکے گا۔ ثقافتی اقدار کی شکست و ریخت کے کربناک عمل سے وہ لوگ بخوبی واقف ہیں جو ترک وطن کر کے مغربی ممالک میں جا چکے ہیں۔ راوی یہ کہتا ہے کہ وہاں پر (الا ماشاء اللہ) "شام کے وقت والدین مسجد کا رخ کرتے ہیں' بچے کسی قریبی شراب خانے یا ڈسکوہال کی راہ لیتے ہیں اور وہ کچھ کرتے ہیں جو ان کے والدین کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا" انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگر ہم نہیں چاہتے کہ ان مناظر کا اعادہ پاکستان میں ہو تو ہمیں تعلیم اور ذرائع ابلاغ کے حوالہ سے' مثبت اور منفی دونوں طرح سے ضروری اقدامات کرنے ہوں گے۔

ان تاریکیوں میں روشنی کی ایک کرن بھی نظر آتی ہے۔ پہلے بھی ایسا ہوا ہے کہ ع

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اب بھی خدا کی رحمت سے امید ہے کہ ایسا ہو گا اور بہت جلد ہو گا۔ انشاء اللہ'

ہم اپنے مضمون کے آخر میں پولینڈ کے ایک نو مسلم ڈاکٹر عطاء اللہ بوگڈان کوپانسکی کا ایک امید افزا اقتباس نقل کر رہے ہیں۔ ان سے اسلام کے مستقبل کے متعلق سوال کیا گیا تھا۔ ان کا جواب ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

"سارے اسلامی ملکوں میں استعماری دور کی یادگاریں عام ہیں یعنی مغرب پرست' زبانی کلامی مسلمان جن کی برین واشنگ یا تو کمیونسٹوں نے کی ہے یا پھر وہ یورپی تہذیب کے اندھے مقلد ہیں اور وہاں سے آنے والی ہر آواز کو وحی و الہام کی طرح قبول کرتے ہیں۔ مغربیت کے یہ بے مغز مقلد دراصل اپنے استعماری آقاؤں کی صدائے بازگشت اور اسلامی ملکوں میں لادین یورپی طاقتوں کے ایجنٹ ہیں۔ میں انہیں "مشرق کے بیمار لوگ" بلکہ اسلام کے سچے دشمن قرار دیتا ہوں۔ یہ نفس کے بندے اور پیٹ کے پجاری ہیں اور رسم نکاح اور چند تہواروں کے سوا اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلامی دنیا کی یہ تصویر بڑی ہولناک ہے.... مگر الحمد للہ' احیائے اسلام کی تحریکیں بھی جگہ جگہ سر اٹھا رہی ہیں اور ان کے خوف سے متذکرہ مغرب پرست بااقتدار طبقہ سہما سکڑا ہوا نظر آ رہا ہے اور دینی تحریکوں کو کچلنے کی سازشیں بھی کر رہا ہے لیکن مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ آخر کار مغرب پرستوں کو شکست ہو گی اور مشرق کے وہ لاکھوں مسلمان جنہوں نے شعوری طور پر اسلامی تعلیمات کو قبول کر کے اپنی زندگیوں پر نافذ کیا ہے وہ "مغرب" کے تازہ دم پرجوش مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہان تازہ کی تخلیق کریں گے اور احیائے اسلام کا سورج لادینیت کے دبیز بادلوں کا پردہ چاک کر کے دنیا بھر کو منور کر دے گا۔ اس سلسلے میں' میں پاکستان سے خاص قسم کی امید رکھتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ پاکستانیوں کی اسلام سے محبت اور وابستگی پوری دنیا کے مسلمانوں کو ایک نیا ولولہ عطا کرے گی اور وہ وقت دور نہیں جب مستقبل کی تاریخ "ریاست ہائے متحدہ اسلام" سے روشناس ہو گی۔ نوع انسانی' انصاف' سچی آزادی' امن و سکون اور احترام وقار سے بہرہ یاب ہو گی اور ظلم و طاغوت کے اندھیرے چھٹ جائیں گے۔ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ تقویٰ' علم' دعوت اور جہاد کا راستہ اپنایا جائے اور جہالت کے اندھیروں میں بھٹکتے ہوئے انسانوں تک دین کا پیغام پہنچایا جائے"۔ (دنیا کے ۸۵ نو مسلموں کی سرگزشت' ہم کیوں مسلمان ہوئے' ناشر جنگ پبلشرز صفحہ ۳۸۳'۳۸۴)

ہمیں امید ہے کہ پاکستانی مسلمان موصوف کی توقعات پر پورا اتریں گے۔ دنیا بھر کی احیائے اسلام کی تحریکوں کا ہراول دستہ ثابت ہوں گے اور مغرب کے تازہ دم پرجوش مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس جہان تازہ کی تخلیق کریں گے جس کے طلوع کی بشارت علامہ اقبال نے کچھ اس طرح سے دی ہے۔

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

بقیہ : اسلام کو چھپاؤ

ہے اور یہ کائنات مشغلے کی خاطر نہیں بنائی۔

میں نے عرض کیا اے پروردگار' فرشتے ہر وقت عبادت میں لگے رہتے ہیں پھر میرا مستقبل کیا ہے۔

آواز آئی کہ وہ عبادت پر مجبور ہیں۔

میں نے عرض کیا پروردگار کیا تیری تسبیح گھر بیٹھ کر کروں؟

آواز آئی گھر میں بیٹھنے والے باہر نکل کر جہاد کرنے والوں کے برابر نہیں۔

میں نے کہا اس میں موت کا خطرہ ہے اور میں مرنا نہیں چاہتا' کیونکہ زندگی بار بار نہیں ملتی۔

آواز آئی جو لوگ خدا کی راہ میں مارے جائیں ان کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں۔ ان کو خدا کے یہاں سے رزق ملتا ہے۔

میرے سامنے میرا مستقبل تھا۔ میں نے مر کر نہ مرنے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ زندگی بار بار نہیں آتی اور میں مرنا نہیں چاہتا۔ یہی مشورہ مجھے سقراط' ارسطو اور افلاطون نے دیا۔ یہی راہ مجھے بپھرتی لہروں اور دلکش کھیتوں نے بتائی۔ اسی سمت تاریخ نے راہنمائی کی اور سب سے بڑھ کر مجھے میرے پیدا کرنے والے نے دائمی زندگی کا یہی راز بتایا۔

"تحریکِ پاکستان"

اہم قومی موضوع پر پروفیسر محمد اسلم سابق صدر شعبہ تاریخ جامعہ پنجاب کی ایک درسی کتاب

انگریزوں نے ڈیڑھ سو سال سے زائد عرصہ تک برعظیم پاک و ہند پر حکومت کی اور اس دوران میں انہوں نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔ ان کے مقابلے میں ہندوؤں کی سرپرستی کر کے انہیں سرکاری طور پر بلند عہدوں پر فائز کیا۔ مسلمان انگریزی تعلیم حاصل نہ کرنے کی وجہ سے پسماندہ رہ گئے۔ جنگ عظیم اول اور دوم کے اثرات سے برطانیہ کمزور ہوا اور برطانوی مقبوضات میں آزادی کی تحریکیں زور شور سے چل پڑیں۔ برعظیم پاک و ہند میں بھی آزادی کی بھرپور تحریک جاری تھی' جس میں پہلے مسلمان اور ہندو مشترکہ طور پر جدوجہد کر رہے تھے۔ لیکن ہندوؤں کے تعصب نے مسلمانوں کو الگ تحریک پر مجبور کر دیا اور قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں یہ تحریک زور پکڑنے لگی۔ یہ علیحدگی دو قومی نظریہ کی بنا پر تھی۔ ہندوؤں کا نظریہ یہ تھا کہ برعظیم پاک و ہند میں پیدا ہونے والا ہر بچہ ہندی ہے' اس لئے تمام ہندی نژاد افراد بلا امتیاز مذہب و ملت ایک ہی قوم سے تعلق رکھتے ہیں لیکن مسلمان یہ دعویٰ رکھتے تھے کہ ان کا مذہب اور دین ان کی تہذیب' ان کا تمدن' ان کا لباس' ان کی زبان' ان کے اطوار' ان کے اخلاق اور ان کی بود و باش ہندوؤں' سکھوں اور بدھوں سے یکسر مختلف ہے' اس لئے مسلمان بالکل الگ قوم ہیں۔ آخر کار اس نظریہ کے تحت مسلمانوں نے الگ جنگ آزادی لڑی اور انجام کار 1947ء میں تقسیم کے بعد اکثریتی علاقوں میں پاکستان کی مملکت معرض وجود میں آگئی۔

نئے ملک میں ضروری تھا کہ ہم نئے نظام تعلیم کے تحت اپنے بچوں کو تعلیم دیتے۔ ظاہر ہے کہ یہ نظام اسلام کے ضابطہ حیات کی روشنی میں تیار کیا جانا تھا لیکن آج پچاس سال گزر جانے کے باوجود ہم اپنا نظام تعلیم نہ وضع کر سکے ہیں اور نہ نافذ کر سکے ہیں بلکہ نظریہ پاکستان بھی مختلف موشگافیوں کی نذر ہوتا جا رہا ہے۔ ہم نے جس علیحدہ تشخص کا نعرہ لگایا اور منوا لیا آج خود اس سے محروم ہیں' حالات کا تقاضا تھا کہ نئے نظام تعلیم کے تحت نیا نصاب اور نیا سلیبس تیار کیا جاتا لیکن ہم نے اس سلیبس کو پیوند لگا کر پڑھانا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں نہ ہم انگریز بن سکے اور نہ صحیح پاکستانی قوم تیار ہو سکی۔

تاریخ کسی قوم کی تعمیر اور شناخت میں اہم حیثیت کی حامل ہوتی ہے۔ ہم نے اسے بھی نظر انداز کر دیا اور آج تک تحریک پاکستان کی تاریخ کی کوئی معقول اور مستند کتاب بھی نہ لکھ سکے جس کی وجہ سے آج کا نوجوان اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے اور اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

زیر نظر کتاب تحریک پاکستان سے متعلق ہے جو پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے سابق سربراہ پروفیسر محمد اسلم نے نہایت محنت' دقت نظر اور نہایت غیر جانبدار مورخ کی حیثیت میں لکھی ہے۔ کتاب اگرچہ ہائی کلاسز کے طلباء و طالبات کے لئے ہے لیکن تاریخ کا ذوق و شوق رکھنے والے سب لوگ اس سے استفادہ کر سکتے ہیں کیونکہ پروفیسر موصوف نے تحریک پاکستان کی پوری جدوجہد کو نہایت ترتیب کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے کوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر پہلے دو ابواب میں انہوں نے تاریخی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ ہندو نہایت متعصب اور تنگ نظر قوم ہے اور انہوں نے مسلمان حکمرانوں کے ادوار میں بھی مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کئے رکھا۔ گجرات اور کشمیر میں مسلمان خواتین سے شادیاں کر رکھی تھیں اور جب بادشاہ نے سخت نوٹس لیا تو اس کے خلاف ہنگامہ کھڑا کر دیا۔

پروفیسر صاحب نے بتایا ہے کہ ایسے علاقے اور قصبے بھی ہندوؤں کی چیرہ دستیوں کا شکار تھے جو سڑکوں کے کنارے آباد تھے اور جہاں مسلمان نسبتاً مسلمان حکمرانوں سے باآسانی فریاد کر سکتے تھے لیکن دور افتادہ علاقوں میں مسلمانوں کا کیا حال ہوتا ہو گا۔ مغل بادشاہ بابر کی آمد سے قبل رانا سانگا نے مسلمانوں کے روحانی مرکز اجمیر شریف کو تباہ کر کے رکھ دیا اور پورا شہر کھنڈر بن گیا جہاں درندے آنے لگے مسلمان یا تو مارے گئے یا خوف سے بھاگ گئے۔ کوئی مسلمان درگاہ اجمیر شریف پر سلام کے لئے آنے کی جرات نہ کرتا تھا۔ ہمیوں بقال نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے وہ پہاڑ توڑے کہ تاریخ پناہ مانگتی ہے۔

غرضیکہ پروفیسر صاحب نے ہندوؤں کے مسلمانوں پر مظالم کے متعدد مستند واقعات بیان کئے ہیں۔ دراصل قومی حمیت کا تقاضا ہے کہ تاریخ کی ایسی کتاب لکھی جائے جس میں ہندوؤں کے تعصب' عدم رواداری' عدم تعاون اور ظلم و ستم کے واقعات کی تفصیل مستند حوالوں کے ساتھ بتائی جائے تاکہ نئی نسل کو پتہ چلے کہ ہمارے زعماء نے الگ خطہ وطن کا مطالبہ کیوں کیا تھا؟

بہرحال پروفیسر محمد اسلم صاحب نے زیر نظر کتاب میں تاریخی اور اسلامی تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے مستند مواد پیش کیا ہے اور پبلشر میاں نوید احمد حنفی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ جنہوں نے پروفیسر صاحب سے تحریک پاکستان پر مستند اور بہترین کتاب مرتب کرائی اور پھر اسے صرف ایک سال کی مدت میں شائع کر کے قوم کے نونہالوں کے سامنے پیش کر دیا۔ کتاب کے آخر میں اہم واقعات سال وار بیان کر دیئے گئے ہیں جو ان کے لئے نہایت مفید ثابت ہوں گے۔ (تبصرہ نگار : سعید بدر)

صفحات : 480

پبلشرز : میاں نوید احمد حنفی' ریاض برادرز اردو بازار لاہور

قیمت : 150 روپے صرف

زندگی کو حقیقی بقا فنا ہو جانے کے بعد ملتی ہے

آفتاب احمد شمسی کی کتاب "اسلام کو چھپاؤ ورنہ بغاوت پھیل جائے گی" سے ماخوذ

میرے سامنے میرا مستقبل تھا۔ زندگی ایک بار ملتی ہے بار بار نہیں ملتی۔ میں کوئی ایسا فیصلہ نہ کرنا چاہتا تھا جو میرے مستقبل کو مخدوش کر دے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں دنیا کے عقل مند ترین آدمیوں کے پاس جاؤں اور ان کے سامنے اپنا مسئلہ پیش کر دوں۔ میں مستقبل کے بارے میں خطرہ لینا نہیں چاہتا تھا۔ میں سقراط کے پاس گیا اور اپنا مسئلہ پیش کیا۔

سقراط نے کہا پیشے سب ایک جیسے ہیں لیکن انسانوں میں فرق ہے۔ ایک وہ گروہ جو کچھ نہیں جانتا اور سمجھتا ہے کہ سب کچھ جانتا ہے اور دوسرا وہ جو سمجھتا ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتا ان میں ہمت اور عقل ہوتی ہے جو ان کو کم ہمت لوگوں میں ممتاز کرتی ہے۔

میں افلاطون کے پاس گیا اور اپنے مستقبل کے بارے میں رائے پوچھی۔ افلاطون نے کہا انسان بنو غلام نہیں۔ انسان غلاموں سے علیحدہ نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اول درجے کے انسان وہ ہیں جن میں دانش مندی اور ہمت دونوں ہوں۔ دوسرے درجے پر وہ لوگ ہیں جو باہمت ہوں اور دیگر تمام لوگ غلام ہیں جو کسی بھی پیشے سے متعلق ہوں مثلاً انجینئر، تاجر، بڑھئی یا زراعت پیشہ افراد۔ اول درجے اور دوسرے درجے کے افراد کو جو خصوصیت غلاموں سے ممتاز کرتی ہے وہ ان کی اپنی خواہشات قابلیت اور املاک کو قربان کر دینے کی صلاحیت ہے۔ جس شخص میں ہمت نہ ہو وہ اوپر کے درجے میں آنے کی کوشش نہ کرے اس طرح وہ خود اپنے لئے بھی عذاب مول لے گا اور معاشرہ میں بھی تکالیف کا سبب بنے گا۔

میں نے لقمان سے اپنی راہنمائی چاہی۔

لقمان نے کہا۔ "بیٹا یاد رکھنا جو کچھ تم بھی کرو گے ضائع نہیں ہو گا چاہے تم رائی کے دانے کے برابر نیکی کرو یا بدی۔ سب کچھ تمہارے سامنے پیش کر دیا جائے گا اور تمہیں اس کا حساب دینا ہو گا"۔

میں نے سوچا کہ میں اب کسی صاحب طاقت اور ہیبت کے پاس جاؤں اور پوچھوں کہ تیری اس طاقت اور ہیبت کا راز کیا ہے۔ شاید مجھے اپنے مستقبل کے لئے روشنی مل سکے۔

میں بپھرتی ہوئی تند و تیز موجوں کے پاس گیا اور چند قطرے ہاتھ میں لے کر ان سے سوال کیا کہ تمہیں اس قدر طاقت اور ہیبت کس طرح حاصل ہوئی؟۔

وہ بولے کہ ہمیں دوبارہ سمندر میں ڈال دو۔ ہماری طاقت کا راز ہماری فنا ہے۔

ایک بپھری ہوئی موج میں سے آواز آئی۔

"عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا"۔

میں لہلہاتے کھیتوں کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ یہ شادابی اور سرسبزی کیسے تمہارا مقدر بنی؟۔ انہوں نے احسان مندی کے بوجھ سے جھکتے ہوئے زمین کی طرف اشارہ کیا جہاں چند دانے پڑے تھے۔ دانے جو ان لہلہاتے کھیتوں سے علیحدہ ہو کر اپنا وجود فنا کر رہے تھے۔ دانے جن کو اس سرسبزی اور شادابی کا کوئی حصہ نہیں مل رہا تھا۔ میں نے ایک دانے کو اٹھایا اور پوچھا کہ تم نے کس لئے یہ حال کیا۔ دانہ بولا "مستقبل کے لئے" اور لہلہاتے کھیتوں کی طرف دیکھ کر گنگنایا"۔

"دانہ خاک میں مل کر گل گلزار بنتا ہے"۔

میں نے سوچا کہ اپنی تحقیق کو منفی حصے سے شروع کیا جائے اور عظمت اور جبروت کے نشانوں کی بجائے حقیر ترین اشیاء کی طرف رجوع کیا جائے کہ آخر اس قدر حقیر کیونکر ہوئے۔ اگر قطرہ نے فنا ہو کر دریائے تند و تیز کی صورت اختیار کر لی تو ان حقیر اشیاء کا کیا مستقبل ہے۔

میں نے ادنیٰ ترین ذرے سے اس کی کم مائیگی کا سبب پوچھا۔

اس نے کہا "کم ہمتی اور فنا ہو جانے کا خوف"۔

میں ہنس دیا۔

ذرہ بولا بے شک مجھ پر ہنسو، کیونکہ مجھ میں ابتدائے عمل کی صلاحیت نہیں، لیکن اگر میرے جوہر کو پھاڑ دیا جائے، مجھے کیمیاوی عمل سے فنا کر دیا جائے تو میں عظیم قوت ہوں۔

میرے سامنے میرا مستقبل تھا۔ میں کوئی ایسا فیصلہ نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے میرا مستقبل خطرے میں پڑ جائے۔ زندگی ایک بار ملتی ہے بار بار نہیں ملتی۔ میں نے تاریخ سے رجوع کیا۔ آخر افراد اور قوموں کے عروج و زوال کے کیا اسباب رہے۔ یقیناً وہ میرے لئے باعث راہنمائی ہوں گے۔

میں نے دیکھا ہر عروج ایک زوال کا سبب بنا اور ہر زوال نے ایک عروج کو جگہ دی۔

قابیل نے ہابیل کو مار دیا۔ ہابیل مر کر بھی زندہ رہا۔ قابیل چند روز مزید شرمناک یادوں کے ساتھ زندہ رہا اور بالآخر بدنامی اور موت دونوں کا شکار ہوا۔

طالوت نے جالوت کو شکست دی جو مال اور عظمت و حشمت میں طالوت سے کہیں زیادہ تھا۔

اسی طرح بنی اسرائیل نے پھر دیکھا کہ فرعون کے بعد بھی چند آدمیوں کی چھوٹی سی جماعت بغیر ساز و سامان کے بڑی جماعت پر غالب آ گئی۔

مکہ سے لوگوں نے ہجرت کی، گھر بار چھوڑا۔ بظاہر فنا ہوئے، لیکن یہ تکلیف عارضی اور شادمانیوں کا بیج ثابت ہوئی۔

حضرت عمرؓ بیت المقدس میں اپنے غلام کے اونٹ کی نکیل پکڑے داخل ہوئے اور تخت شاہی ان کا منتظر تھا۔ فوجوں والے، محلوں والے، درباروں والے ان کے آگے جھک گئے۔

میں نے دیکھا انہی سیاہ اندھیروں میں کہیں کہیں عمر بن عبد العزیز، محمد بن قاسم، صلاح الدین ایوبی، طارق بن زیاد، ظہیر الدین بابر اور محمد علی جناح بھی ابھرے لیکن میں نے عباسی دور حکومت اور بنی امیہ کے سفاک چہرے بھی دیکھے۔ مجھے خاندان مغلیہ میں اکبر بھی دکھائی دیا اور بنگال کے مار آستین بھی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو سکے۔ میں نے شیخ مجیب الرحمٰن کو بھی دیکھا اور لیاقت علی کو بھی دونوں نے اپنی جانیں دیں لیکن۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
شاہیں کا جہاں اور ہے کرگس کا جہاں اور

میرے سامنے میرا مستقبل تھا میں کوئی ایسا فیصلہ نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے میرا مستقبل خطرے میں پڑ جائے۔ زندگی بار بار نہیں ملتی میں نے فیصلہ کیا کہ آخر میں اس ذات سے بھی رجوع کیا جائے جس نے اس زندگی کو پیدا کیا ہے۔ خالق ہی اپنی مخلوق کو بہتر سمجھتا ہے۔

میں نے کہا۔ "اے پیدا کرنے والے تو ہی اپنی پیدائش کے رازوں کو بہتر سمجھتا ہے۔ مجھے میرے مستقبل کے بارے میں بتا۔ مجھے بار بار زندگی نہیں ملے گی اور میں مرنا بھی نہیں چاہتا"۔

آواز آئی کہ ہم نے تم کو عبادت کے لئے پیدا کیا

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

بقیہ : تجزیہ

میں متعارف کرائے گئے ہیں۔ جہاں تک تعلق سائنسی مضامین کا ہے' ان کی تدریس کی طرف قطعاً کوئی توجہ نہیں ہے جبکہ آج کا عہد اس بات کا متقاضی ہے کہ قرآن اور کمپیوٹر ساتھ ساتھ چلنے چاہئیں۔ دینی مدارس کے علاوہ بعض جدید طرز کے دینی ادارے بھی معرض وجود میں آچکے ہیں۔ ان اداروں میں مرکزی انجمن خدام القرآن کے تحت قرآن کالج اور تنظیم الاخوان کے تحت مقارہ کالج قابل ذکر ہیں۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ اسی طرز کے اور بھی بہت سے ادارے قائم کئے جائیں' جہاں بنیادی دینی تعلیمات کو سوشل سائنسز اور قدرتی سائنسز کے ساتھ مربوط کیا جائے۔ اگرچہ ابھی اس قسم کے ادارے تجرباتی دور سے گزر رہے ہیں' تاہم آہستہ آہستہ بہتری کی طرف اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہیں۔

پاکستان میں نظام تعلیم کی اصلاح کے لئے جہاں طبقاتی نظام تعلیم کو ختم کرنا ضروری ہے' وہاں ساتھ ساتھ اساتذہ کے وقار کی بحالی بھی انتہائی ضروری ہے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ محکمہ تعلیم کو اختیار کرنے والے اکثر و بیشتر وہی لوگ ہیں جنہیں کسی دوسرے شعبے میں کوئی بہتر جاب میسر نہیں آتا۔ گویا اس شعبے کو اپنی آزاد مرضی کے ساتھ اختیار کرنے والے بہت ہی کم ہیں۔ اس طرز فکر کی وجہ یہ ہے کہ اساتذہ کو وہ مقام نہیں دیا گیا جو ان کا حق ہے۔ اگر ہم دوسرے اداروں سے موازنہ کریں تو واقعتاً اساتذہ کو بہت ہی کم سہولیات دی جاتی ہیں۔ جب تک معقول مشاہرہ اور دیگر سہولیات نہ دی جائیں گی اچھے لوگ اس شعبے کی طرف نہیں آئیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ نظام تعلیم میں کوئی بہتری پیدا نہیں کی جاسکے گی۔ کالج اور یونیورسٹی کے اساتذہ کو پھر بھی اچھی تنخواہیں دی جاتی ہیں جبکہ سکول کی سطح تک پڑھانے والے خصوصاً پرائمری اساتذہ بہت زیادہ معاشی مسائل سے دوچار ہوتے ہیں۔ بہرحال اصولی بات تو یہ ہے کہ ہمارا نظام تعلیم بھی ایک باطل نظام ہی کا حصہ ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس باطل نظام سے جان چھڑائی جائے۔ نظام تعلیم کی بہتری کے لئے دی جانی والی مندرجہ بالا تجاویز محض وقتی علاج کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس نظام کے کسی بھی حصے میں کوئی انقلابی تبدیلی پورے نظام کو بیخ و بن سے اکھاڑے بغیر ہرگز ممکن نہ ہوگی۔○○

بقیہ : حدیثِ امروز

تماشا دکھانے کے مترادف ہے جو ہم تقریباً نصف صدی سے دکھاتے چلے آرہے ہیں۔ اللہ نہ کرے کہ یہ تماشا وہ سین بھی دکھائے جس کی تیاری میں ہماری طرف سے کوئی کمی نہیں لیکن رب کریم کی اس میں کوئی خصوصی حکمت ہے جو پردہ اب تک نہیں اٹھا۔ حسن اتفاق سے ۲۷/ رمضان المبارک کی وہ سعید رات بھی آنے والی ہے جس میں ۴۹ قمری برس پہلے اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزادی کی نعمت سے نوازا تھا۔ اس موقع پر تجدید ایمان' توبہ اور تجدید عہد کی منادی زور شور کی جانی چاہئے۔ کیا عجب اللہ تعالیٰ کی رحمت اسی بہانے جوش میں آجائے اور فیصلوں والی رات ہماری اس مہلت میں مزید توسیع عنایت کردی جائے جو اب ختم ہوتی نظر آتی ہے۔○○

بقیہ : اداریہ

کی خبروں سے بھرے ہوتے ہیں ان سے سیاست کی گرمی بازار تو چلتی رہے گی' ملک و قوم کا کچھ بھلا نہ ہوگا۔ الٹا نقصان یہ ہوتا نظر آتا ہے کہ انتقام در انتقام کا سلسلہ ہماری سیاست کی غلاظت کو زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ تیزی سے پھیلا دے گا۔ آیئے دعا ہی کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور نہیں تو ایسی ہی کوئی قیادت ایک بار پھر عطا کر دے جس نے اس قوم کو ایک آزاد وطن دینے کی مشیت ایزدی کو پورا کیا تھا۔

بقیہ : موتمر عالم اسلامی

ہے کہ ہم ان کے حق میں آواز بھی بلند نہیں کرسکتے جبکہ ایک رحمت مسیح کے قتل پر تمام عیسائی دنیا نے ہم سے احتجاج کیا تھا اور رابن رائیل صاحبہ کے ایجنڈے پر بھی یہ مسئلہ شامل تھا۔ ہمارے اندرونی معاملات میں بیرونی مداخلت کا تو یہ حال ہے لیکن ہماری وزیراعظم صاحبہ فرماتی ہیں کہ چیچنیا کا مسئلہ روس کا اندرونی معاملہ ہے جس میں ہم کوئی مداخلت نہیں کرسکتے۔

اپنی صدارتی اور اختتامی تقریر میں راجہ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ نبی اکرمؐ نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ ایک وقت آئے گا جب غیر مسلم قومیں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑنے کے لئے دوسری قوموں کو دعوت دیں گی جس طرح صاحب خانہ مہمانوں کو کھانے کی میز کی طرف بلاتا ہے۔ صحابہؓ نے دریافت فرمایا تھا کہ کیا ہم اس وقت بہت قلیل تعداد میں ہوں گے تو الصادق والمصدوق ﷺ نے فرمایا تھا کہ نہیں اس وقت تم تعداد میں بہت زیادہ ہو گے لیکن تمہاری مثال سیلاب کے پانی کی سطح پر بہنے والے جھاگ سے زیادہ نہ ہوگی۔ تم میں وہن کی بیماری پیدا ہو جائے گی یعنی "حب الدنیا" اور "کراہیت الموت"۔ راجہ صاحب نے فرمایا کہ آج کی حب الدنیا یہ ہے کہ ہم اقتدار کے تحفظ کے لئے بڑی طاقتوں کا سہارا لیں ورنہ ہماری اقتدار کی موت واقع ہو جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے جو کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی۔ انہوں نے فرمایا کہ قرآن اس کا گواہ ہے کہ "لن ترضی عنک الیھود والنصاری حتی تتبع ملتھم"۔ حکمران جان لیں کہ یہ یہود و نصاریٰ ان سے کبھی راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ان کے نقش قدم پر چلنے کے لئے تیار نہ ہو جائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ کل تک لیبیا امریکہ کی نظروں میں اس لئے معتوب تھا کہ اس کے بقول اس نے امریکی ہوائی جہاز کو گرا کر ان کے آدمیوں کو قتل کر دیا تھا لیکن آج چونکہ ان کا ہدف ایران بن چکا ہے لہٰذا اس طیارے کے حادثہ سے لیبیا کو بری کر دیا گیا ہے اور اس کا ذمہ دار ایران کو ٹھہرایا جا رہا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہم پر فرض ہے کہ ہم اسلام کی بالادستی کے لئے کام کریں۔ انہوں نے اس اجتماع کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ ہمیں اس قسم کے اجتماعات منعقد کرتے رہنا چاہئے اور انشاء اللہ موتمر اس قسم کے اجتماعات کا انعقاد ملک کے دیگر شہروں میں بھی کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم کس کس بات کا رونا روئیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر ہم روئیں گے تو ہمی آئندہ ایسے مسئلے پیش نہیں آئیں گے کہ دوبارہ رونا پڑے۔ مشترکہ اعلامیہ کا مسودہ پڑھ کر سنایا گیا جسے شرکاء نے منظور کرلیا۔ اس طرح دوپہر کے طعام کے ساتھ یہ اجتماع اپنے اختتام کو پہونچا۔○○

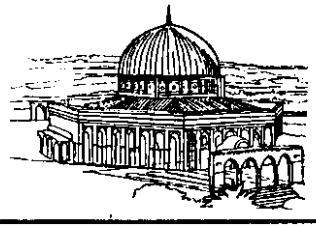

وہ ایک شخص جس کا ذکر کئے بغیر تُرکی کے سفر کی روداد اَدھوری رہتی

سِنان : خلافتِ عثمانی کا معمارِ اعظم

اقتدار احمد

اسلام کے لئے عصبیتِ حَسَنَہ نے اس نَو مسلم کے فن کو شہرتِ دوام عطا کی

تین براعظموں میں سنان نے تین سو سے زیادہ تعمیری منصوبے مکمل کئے' ترکی سے باہر بھی متعدد آج تک محفوظ ہیں

ترکی کی جو مساجد ہم نے استنبول اور بُرصہ میں دیکھیں اور وہ جو "ادرنہ" جا کر نہ دیکھ سکے' ترک مسلمانوں کے فنِ تعمیر کی معراج قرار دی جا سکتی ہیں۔ عثمانی ترکوں کی سلطنت کا دارالحکومت پہلے بُرصہ سے یورپی مفتوحہ علاقے یعنی قسطنطنیہ کے عقب میں "ادرنہ" منتقل ہوا جو بلغاریہ کی سرحد کے قریب واقع ہے اور آج بھی ترکی کا حصہ ہے۔ پھر سلطان سلیم دوئم نے ۱۴۵۳ء میں جب قسطنطنیہ کو بازنطینیوں سے چھین کر اسلامبول کا نام دیا تو جہاں خود اسے سلطان سلیم فاتح کا لقب ملا وہیں اسلامبول یعنی موجودہ استنبول سلطنتِ عثمانیہ کا دارالحکومت بھی قرار پایا۔ اس موقع پر سلطان سلیم قسطنطنیہ کے سینٹ صوفیہ کے گرجا کی

دس ہزار ترکی لیرے کے نوٹ پر معمار سنان کی تصویر جس کے ساتھ اس کی ایک شاہکار مسجد بھی ہے۔ دوسری طرف ترکی کے بابائے قوم (اتاترک) مصطفیٰ کمال پاشا کی زیارت بھی کر لیجئے۔

عمارت دیکھ کر مبہوت رہ گیا جس کی نظیر کی کوئی عمارت اس وقت شرق و غرب میں کہیں موجود نہ تھی۔ سلطان نے ایک سو دو فٹ قطر کا گنبد رکھنے والے ایاصوفیہ (کہ اب یہی اس کا نام ہے) کو بطورِ مسجد استعمال کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے فرش سے ایک سو اسی فٹ بلند گنبد کی زیریں سطح کے علاوہ چاروں طرف دیواروں پر بنی ہوئی تصاویر کو مٹانے یا کھرچنے کی بجائے محض ڈھانپ رکھنے کے انتظام کے علاوہ اندر صرف قبلہ رُخ ایک محراب اور باہر چار میناروں کا اضافہ کر کے ایاصوفیہ کو مشرف بہ اسلام کر لیا تھا۔ یہ صدیوں بطور مسجد استعمال ہوا تا آنکہ مصطفیٰ کمال پاشا نے نئی جمہوریہ ترکی کے سیکولرازم کی علامت کے طور پر اس کا یہ استعمال موقوف کر کے ایاصوفیہ کو ایک عجائب گھر میں تبدیل کر دیا۔

اگلے چھ عشرے سلطنتِ عثمانیہ کی ابتدائی توسیع و استحکام میں لگے یہاں تک کہ جب سلطان بایزید کا بیٹا سلیم اپنے مختصر دورِ حکومت (۱۵۱۲ء تا ۱۵۲۰ء) میں فارس کے کچھ علاقوں کے علاوہ شام اور مصر کو بھی فتح کرنے میں کامیاب ہو گیا تو منصبِ خلافت مصر کے مغلوب سلطان کو داغِ مفارقت دے کر عثمانیوں کی عزت افزائی کا باعث بنا اور سلطنتِ عثمانیہ خلافت عثمانیہ کے نام سے پکاری جانے لگی۔ پورے عالمِ اسلام کی سیادت اب ترکانِ عثمانی کے پاس تھی اور یہیں سے خلافتِ عثمانیہ کا وہ سنہرا دور شروع ہوتا ہے جس کی جلالت و عظمت اور شان و شوکت سولہویں صدی عیسوی میں اوجِ ثریا تک پہنچی، اگلی دو صدیوں میں بھی اپنے عروج پر رہی تا آنکہ یورپ کی صلیبی قوتوں کی ریشہ دوانیوں اور داخلی کمزوریوں نے مل جل کر اس کے جاہ و جلال کو گھُن کی طرح اندر ہی اندر کھانا شروع کر دیا۔ دشمن بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اپنے دورِ عروج میں جب خلافتِ عثمانیہ کا پھریرا تین براعظموں میں لہرا رہا تھا، دربار پر بُن برستا تھا اور خزانہ مسلسل فتوحات سے حاصل ہونے والے اموالِ غنیمت کے علاوہ وسیع و عریض مقبوضہ علاقوں سے وصول ہونے والے محصولات سے ہر وقت بھرا پُرا رہتا تھا تب بھی بلاامتیاز پوری سلطنت میں رفاہِ عامہ کے کاموں اور رعایا کی فلاح و بہبود پر اس درجہ فراخدلی سے خرچ کیا جاتا رہا کہ محکوموں کے اس احساسِ محرومی پر بھی مرہم رکھا گیا جو ان کے سابق حکمرانوں کے زمانے میں دلوں کا ناسور بن گیا تھا۔

اسی سولہویں صدی میں ترکوں کے فنِ تعمیر نے بھی اس عظیم الشان سلطنت کی ہمہ جہت ترقی کا بھرپور ساتھ دیا۔ جہاں انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ یعنی افتاء کو جدید ترین خطوط پر استوار کیا گیا، حرب و ضرب اور دفاع کے لئے عسکری قوت کی تنظیمِ نو ہوئی، تعلیم کا قابلِ رشک نظام قائم ہوا، علاج معالجے کے لئے سرکاری شفا خانوں کے جال بچھائے گئے، غرباء و مساکین کو بھوک، احتیاج اور بیماریوں سے نجات دلانے کی تدبیریں ہوئیں، علوم و فنون کو توسیع و اشاعت کے کھلے مواقع میسر آئے اور ہر سطح پر رعایا کی دادرسی کے ذرائع مہیا کئے گئے وہیں خدماتِ عامہ کے سلسلے میں تعمیرات کے شعبے میں بھی نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ ہوا۔ مساجد اور ان سے ملحق تعلیمی اداروں، شفاخانوں، کتب خانوں اور محروم طبقات کے علاوہ غریب مسافروں کو مفت کھانا کھلانے کے لئے لنگر خانوں کی عمارتوں پر کھلے ہاتھوں خرچ کیا گیا، جا بجا صحت و صفائی کے لئے عوامی حمام بنائے گئے، آب رسانی اور نکاسیٔ آب کے منصوبوں پر عمل درآمد شروع ہوا اور سڑکوں اور پلوں کے ذریعے آمد و رفت کی آسانیاں بہم پہنچائی گئیں۔ تعمیرات کے اس شعبے کو اگر کوئی ایک لفظی عنوان دینا ہو تو وہ "سنان" ہو گا۔ سنان گوشت پوست سے بنے ہوئے ایک انسان کا نام تھا جو نصف صدی پر محیط ترک طرزِ تعمیر کے سنہری دور (The golden era of Turkish

KHALID TRADERS

AUTHORIZED AGENTS NTN BEARINGS

IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE

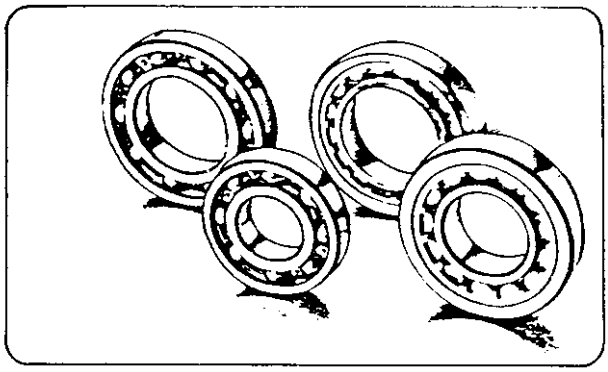

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65, Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly) Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169

GUJRANWALA : 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

(Architecture) کی علامت بن کر تاریخ میں ایک لازوال مقام حاصل کر گیا۔

سنان کے ذاتی کوائف میں سے اس کے حسب و نسب اور بچپن کے حالات کے بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ اس نے کیسری کے ایک چھوٹے سے گاؤں اجرناس میں عبدالمنان آفندی کے گھر ۱۴۹۰ء میں آنکھ کھولی اور وہیں وہ بچپن سے جوانی کی سرحد میں داخل ہوا لیکن اکثر وقائع نگاروں کا خیال ہے کہ اس کے والدین یونانی عیسائی تھے جنہوں نے اکیس سال کی عمر میں اسے سلطنتِ عثمانیہ کے اس سسٹم کا حصہ بنا دیا جس کے تحت یورپی مقبوضات میں سے غیر مسلم بچوں اور نوجوانوں کو سرکاری اہتمام میں تعلیم و تربیت کے لئے منتخب کیا جاتا تھا۔ انہیں استنبول لا کر زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا جاتا اور اس دوران قیام و طعام کی بہترین سہولتیں مہیا کی جاتی تھیں۔ پھر انفرادی رجحانات کا اندازہ کر کے ہر زیرِ تربیت نوجوان کو مختلف شعبہ ہائے زندگی میں خدمات بجالانے کے لئے تیار کیا جاتا۔ کچھ دستکاریاں سیکھتے' کچھ عسکری فنون اور کچھ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے عدلیہ' انتظامیہ اور تعلیم و تعلیم کے محکموں میں خدمات انجام دینے کے لئے نامزد کر دیئے جاتے۔ اس "جبری بھرتی" میں غیر مسلم رعایا کے لئے ہی نہیں بلکہ خود غریب طبقات سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے لئے اتنی کشش تھی کہ بعض مسلمان والدین بھی جان پہچان والے عیسائیوں کی منت خوشامد کر کے اپنے بچوں کو ان کی طرف سے پیش کر دیا کرتے تھے۔ یہ نوجوان خلافتِ عثمانیہ کے حسنِ سلوک اور اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر بلا استثناء مسلمان ہو جاتے تھے اگرچہ اس قبولیتِ حق میں اس امر کا کچھ نہ کچھ دخل ضرور ہو سکتا ہے کہ اسلام قبول کئے بغیر ان پر ترقی کی راہ پوری طرح کھلتی نہ ہو گی۔ خلافتِ عثمانیہ کے دورِ زوال میں البتہ بہت سے لوگ اپنے پرانے مذہب پر قائم رہ کر بھی ترقی کے زینے طے کرتے رہے اور اس عظیم الشان سلطنت کے انہدام کے اسباب میں سے ایک سبب بنے۔

سنان کا جہاں بھی ذکر آیا' اس کے مفرد نام سے ہی آیا ہے اور آفندی کا لاحقہ تو کہیں بھی اس کے نام کے ساتھ دیکھنے میں نہیں آتا لہٰذا صحیح تر خیال یہی ہے کہ ایک یونانی عیسائی کے طور پر وہ ۱۵۱۲ء کے لگ بھگ اکیس بائیس سال کی عمر میں جبری بھرتی کے ذریعے اس مشین کا ایک پرزہ بنا تھا لیکن بعد میں اسلام قبول کر کے اس میں اپنے نئے دین کے لئے جو عصبیت پیدا ہوئی' فن تعمیر میں اس کی کرشمہ سازیاں دراصل اسی کی مرہونِ منت ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل آگے آئے گی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت سے فراغت کے بعد سنان کو "جینی سری" یعنی فوج کے منتخب ہراول دستوں میں شامل کر لیا گیا اور اس نے کئی جنگوں میں دادِ شجاعت دینے کے علاوہ متعدد مواقع پر اپنی ذہنی اپج کا بھی مظاہرہ کیا مثلاً دشمن کے ایک مضبوط قلعے کو فتح کرنے کے لئے جو ایک بڑی جھیل کے پار واقع تھا' سنان نے تین تیرتے ہوئے مورچے بنائے جن کے بغیر اس مہم کو سر کرنا ہرگز ممکن نہ تھا۔ یورپ میں ایک عسکری مہم کے دوران دریائے ڈینوب پر عارضی پل کی تعمیر اس کا ایک اور نمایاں کارنامہ تھا۔ اس کارنامے نے اسے اتنا نمایاں کر دیا کہ وہ خود سلطان کی نظروں میں آ گیا اور ترقی پا کر شاہی محافظ دستے میں شامل کر لیا گیا۔ ۱۵۳۷ء میں سنان نے اٹلی کے خلاف ایک جنگی مہم کے لئے ترکی کی بحریہ کو ضروری ساز و سامان سے لیس کیا اور اس کام میں بھی اپنی خداداد صلاحیت کا بھرپور مظاہرہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ زندگی میں اس کے متنوع تجربات کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۵۳۹ء میں وہ دارالخلافہ کی پولیس کے سربراہ کے طور پر کام کر رہا تھا لیکن آخر کار اگلے ہی سال وہ تعمیراتِ عامہ کے محکمہ کا انچارج بنا دیا گیا اور یہیں سے تقریباً پچاس سال کی عمر میں سنان کی زندگی کے اس دور کا آغاز ہوا جس نے اسے عالمی سطح پر شہرتِ دوام سے سرفراز کیا۔

عثمانی خلیفہ سلیمان کا دورِ حکومت جسے تاریخ میں سلیمانِ اعظم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے' بہت طویل (۱۵۲۹ء تا ۱۵۶۶ء) ثابت ہوا جس نے سنان کو شاہی معمارِ اعظم کے منصب پر فائز کیا تھا۔ سنان نے فنِ تعمیر میں اپنی جس دسترس کا مظاہرہ سلیمانِ اعظم کے زمانے سے شروع کیا وہ سلطان سلیم دوئم اور سلطان مراد سوئم کے زمانے میں ارتقاء کے مراحل طے کرتا ہوا سلطان محمد سوئم کے دورِ خلافت میں درجۂ کمال کو پہنچا۔ ۱۵۸۸ء میں اٹھانوے برس کی عمر میں اپنے انتقال تک دربارِ خلافت سے ۴۸ سالہ براہ راست وابستگی کے دوران سنان نے تین سو سے زیادہ تعمیری منصوبوں کی تکمیل کی اور ان کی جزیات تک میں اپنا ہنر آزمایا جن میں صدیوں سے اپنی شان اور پائیداری کو برقرار رکھنے والی مساجد سے لے کر اب متروک آب رسانی و نکاسیٔ آب کی سکیمیں تک شامل ہیں۔ ترکی میں تو اس کی اکثر تعمیرات از خود محفوظ ہیں اور باقاعدہ محفوظ رکھی بھی جا رہی ہیں' تین براعظموں میں پھیلی ہوئی سلطنتِ عثمانیہ کے طول و عرض میں سنان کے مکمل کئے ہوئے منصوبوں میں سے کتنے ہی امتدادِ زمانہ کی نذر ہو گئے تاہم آج بھی بوسنیا میں اس کی تعمیرات میں سے دریائے دریتا پر فرلانگ بھر لمبا محمد پاشا کے نام سے معنون پل' یونان میں عثمان پاشا کے لئے بنائی گئی مسجد' ہنگری کے پرانے دارالحکومت بودن میں مصطفیٰ پاشا کے خرچ پر مکمل ہونے والی مسجد' شام میں مسجد سلطان سلیمان اور ملحقہ عمارت' حلب میں خسرو پاشا کی مسجد اور کریمیا کی شاندار مسجد قائم و دائم اور تاحال زیرِ استعمال ہیں۔ حرمِ مکی کی توسیع کا ایک بڑا منصوبہ بھی سنان نے مکمل کیا تھا جس کی باقیات حرم کی حالیہ توسیع تک موجود تھیں۔ مکہ مکرمہ کی بستی میں سنان کی بنائی ہوئی متعدد عمارات ترک دشمنی کے ابتدائی جذبات کے ہیجان میں حرفِ غلط کی طرح مٹا دی گئیں جن میں کئی عوامی حمام' ایک سرائے اور ایک بڑا مدرسہ شامل تھا۔

ایاصوفیہ کا گنبد سنان کے حوصلوں کو ہمیشہ مہمیز دیتا رہا۔ اس نے سلطنتِ عثمانیہ کے طول و عرض میں سفر کیا اور بازنطینی فنِ تعمیر کے علاوہ فارس اور مصر کی تعمیرات کا بھی بغور مطالعہ کیا لیکن ایاصوفیہ کے گنبد کا قطر اور اس کی بلندی کا جواب اسے کہیں نہ ملا۔ سنان نے ایاصوفیہ کی وہ خصوصی اور ماہرانہ مرمت بھی کرائی جو اگر بروقت نہ کی جاتی تو اپنے لاثانی گنبد سمیت یہ پوری عمارت کبھی کی ڈھیر ہو چکی ہوتی۔ اس نے مساجد کے لئے گنبد کا اپنا ڈیزائن تیار کرتے ہوئے ایاصوفیہ کے گنبد کے ڈیزائن سے بھی مدد تو لی لیکن مسجدوں کے گنبدوں اور ان کے لئے اس کے اپنے بنائے ہوئے میناروں کی انفرادیت بہت نمایاں ہے۔ تاہم ایاصوفیہ کے گنبد کی عظمتِ سنان کے اعصاب پر اس دُھن کی شکل میں سوار رہی کہ میری بنائی ہوئی کسی مسجد کا گنبد ایاصوفیہ کے گنبد سے بڑا ہونا چاہئے۔ اپنی یادداشتوں میں ایک جگہ وہ رقم طراز ہے کہ "عیسائیوں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو اس معاملے میں مات دی ہے کہ پوری مسلم دنیا میں سینٹ صوفیہ کے گنبد جیسا کوئی گنبد موجود نہیں۔ مجھے ان کے اس دعوے پر رنج و ملال نے بے چین رکھا اور میں سوچتا رہا کہ یہ کام کیا اتنا ہی مشکل ہے؟۔ میں نے عزم کیا کہ اس سے بڑے گنبد کو میں کسی مسجد کا تاج بنا کر چھوڑوں گا اور اللہ کی تائید سے سلطان سلیم خان

کے دور حکومت میں مجھے اس میں کامیابی حاصل ہوئی۔ میں نے سلطان کی مسجد پر جو گنبد بنایا ہے وہ سینٹ صوفیہ کے گنبد سے چھ کیوبٹ (؟) زیادہ چوڑا اور چار کیوبٹ زیادہ گہرا ہے"۔

میرا ارادہ تھا کہ سنان کی بنائی ہوئی مساجد کی تعمیری تفصیلات پر روشنی ڈالوں لیکن لکھنے بیٹھا تو معلوم ہوا کہ اس مضمون کو اردو میں لکھنا ممکن نہیں یا میں خود اس کی قدرت نہیں رکھتا اور انگریزی اصطلاحات کا استعمال کروں تو عام قاری کے پلّے کیا پڑے گا۔ چنانچہ تصاویر کے ساتھ متعلقہ نقشوں کے Plan اور Cross-section دینے پر اکتفا کر رہا ہوں جو کسی ایک پیمانے (Scale) پر بنے ہوئے نہیں ہیں۔ ان سے جس کی سمجھ میں جتنی بات آئے' سمجھ لے۔ بس اتنی وضاحت ضروری ہے کہ ایاصوفیہ کے گنبد کے ڈیزائن کو مشرف بہ اسلام کر کے سنان نے سب سے پہلے استنبول میں شہزادی مسجد میں استعمال کیا جس کا گنبد چھوٹا تھا' پھر استنبول میں ہی مسجدِ سلیمانیہ تعمیر کی جس کا مرکزی ہال ایاصوفیہ کے ہال کے رقبے سے بہت بڑھ گیا لیکن مرکزی گنبد ایاصوفیہ کے گنبد سے بڑا نہ ہو سکا۔ آخر اورنہ میں مسجد سلیمی میں سنان اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے گنبد کا قطر ایاصوفیہ کے گنبد سے ساڑھے گیارہ فٹ زیادہ اور گہرائی سولہ فٹ زیادہ ہے۔ اس مسجد کے مرکزی گنبد کا وزن (Dead Load) دو ہزار ٹن ہے۔

سنان کی تعمیر کردہ مساجد کے بارے میں دورِ جدید کے یورپی ماہرین فن کی آراء بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ مشہور جرمن آرکیٹیکٹ اور مورخ پروفیسر ارنسٹ ڈائز نے لکھا ہے کہ "سلیمی مسجد اور جو کچھ بھی ہو' اپنے حجم' بلندی' وحدت اور منفرد آب و تاب کے اعتبار سے عالمی سطح کی ایک تعمیر ضرور ہے"۔ پروفیسر ڈائز نے سنان کی مسجدوں کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی بیان کی کہ ان میں باہر کی روشنی اندر کے پورے ماحول کو حیرت انگیز حد تک روشن رکھتی ہے۔ ایک اور یورپی مبصر نے ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا کہ "یہ انسانی ہاتھوں کی بنائی ہوئی عمارتیں نہیں لگتیں' یہ تو وہ عبادت گاہیں ہیں جو آسمان سے اتاری گئی ہوں گی"۔ معاصر دور کے مایہ ناز آرکیٹیکٹ فرینک لائیڈ رائٹ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ "اس کرۂ ارض پر دو ماہرین تعمیر کا نزول ہوا ہے' پہلا ترکانِ عثمانی کا آرکیٹیکٹ سنان تھا اور دوسرا میں خود ہوں۔ سنان اطالوی ماہر تعمیر مثل انجیلو اور برطانوی ماہر

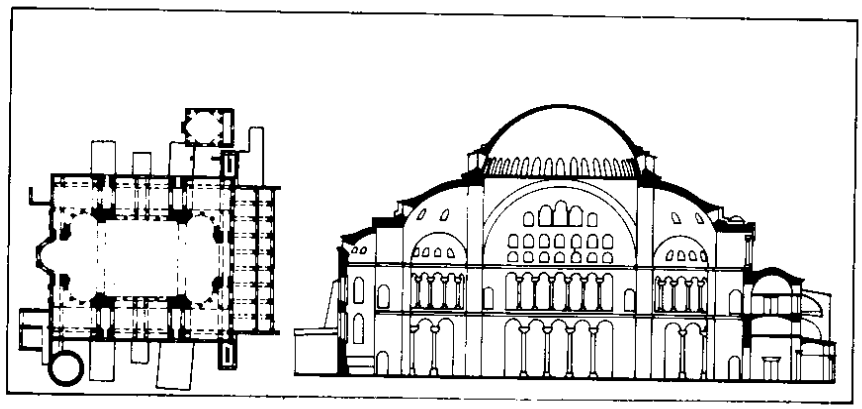

سینٹ صوفیہ (ایاصوفیہ) جس کے گنبد کی گہرائی اور قطر سنان کے لئے ایک چیلنج بنا رہا

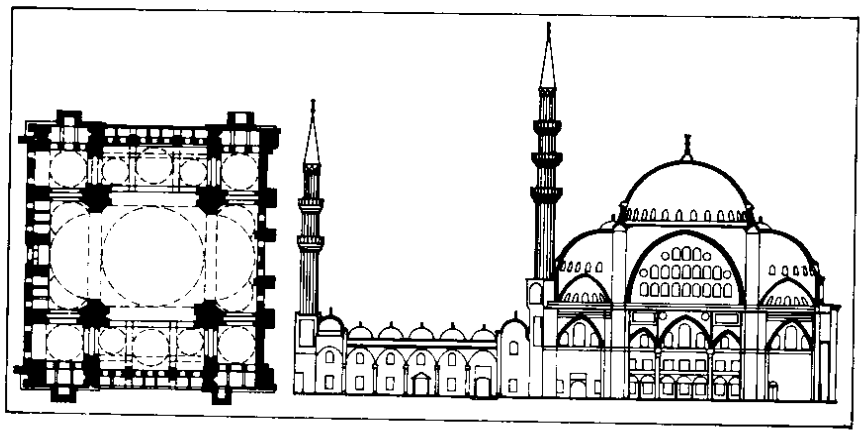

ایاصوفیہ کے گنبد کا جواب دینے کی اولین کوشش : سنان کی شہزادی مسجد' استنبول

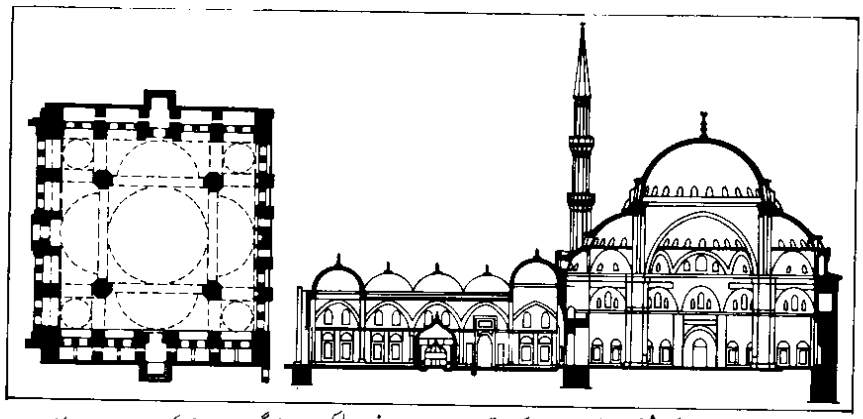

دوسری شاندار کوشش' سلیمانیہ مسجد کی عظمت کا تو جواب نہیں لیکن اس کا گنبد ایاصوفیہ کو مات نہ دے سکا

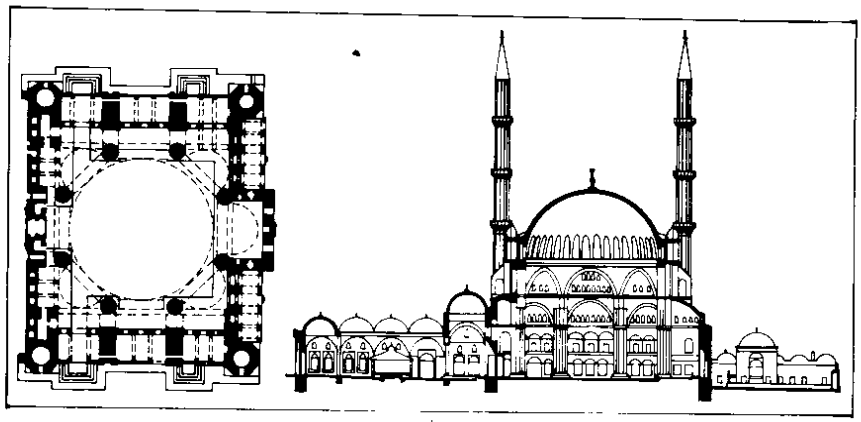

سنان کی آخری کامیاب کوشش : اورنہ میں سلیمی مسجد کا گنبد ایاصوفیہ کے گنبد سے بازی لے گیا

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT" LAHORE
36-K, Model Town Lahore- 54700 Regd:No L. 9184

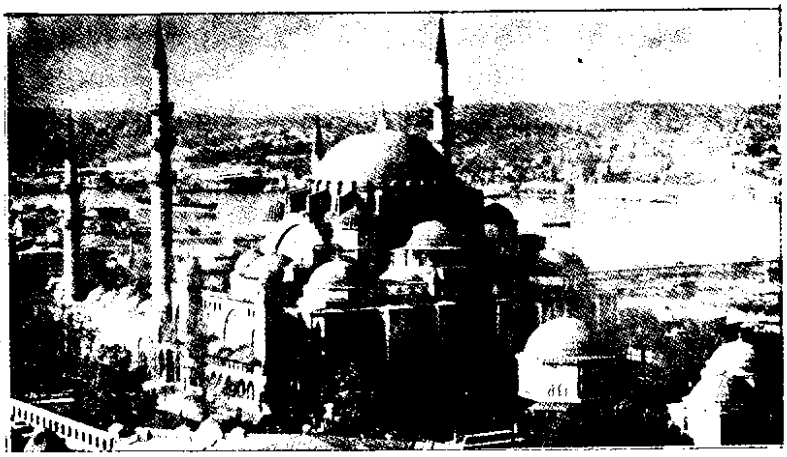

سامنے شہزادی مسجد' اوپر مسجد سلیمانیہ جو دونوں استنبول میں ہیں

تعمیر کرسٹوفر رن کا معاصر تھا لیکن آج جبکہ روم میں مثل انجیلو کے بنائے ہوئے گنبد کی دراڑوں کو روکنے کے لئے لوہار فولادی چھلے اس کے گرد جڑنے میں مصروف ہیں' سنان کی بنائی ہوئی عبادت گاہیں قیامت تک یونہی بے عیب و سربلند رہیں گی"۔ گنبد یعنی Dome کی مناسبت سے فرینک رائٹ نے قیامت کے لئے یہاں Doomsday کا لفظ استعمال کیا ہے۔

سنان بطور ایک انسان بھی ناقابلِ فراموش نقوش چھوڑ کر فنا کے گھاٹ اترا ہے۔ اسلام کی تعلیمات نے اس کے دل کی دنیا بدل کر رکھ دی تھی۔ چار سلاطینِ عثمانی کے زمانے دیکھنے اور ان سے بے حساب دولت کمانے کے باوجود ماں کی محبت غیرت و حمیت ایمانی پر غالب نہ آ سکی۔ موت کے وقت اس کی بیش قیمت املاک کی تعداد ۷۷ بیان کی گئی ہے جن میں چالیس تو دکانیں' مسافر خانے اور حمام ہی تھے جو سرکاری معاوضوں اور شاہی انعام و اکرام کے علاوہ اس کے لئے بہت بڑی اور باقاعدہ آمدنی کا ذریعہ بنے رہے۔ انتقال کے وقت سنان نے اپنی تمام املاک اور ساری دولت کو ایک وقف کی شکل دے دی اور اس شاندار وسیع گھر کو جو اس کی رہائش کے لئے استعمال ہوتا تھا' ایک مدرسہ بنا دیا۔ وقف کی آمدنی کا ایک قلیل حصہ اس نے اپنی اولاد کے نام کر کے باقی پوری یافت مدرسوں' یتیم خانوں پر اور بیواؤں کے وظائف میں خرچ کرنے کی وصیت کی۔ زندگی میں بھی خوشحالی آنے کے بعد اس کا معمول رہا تھا کہ دسترخوان پر پچیس تیس کھانے والوں سے کم کی رونق کسی بھی وقت نہ ہو۔OO

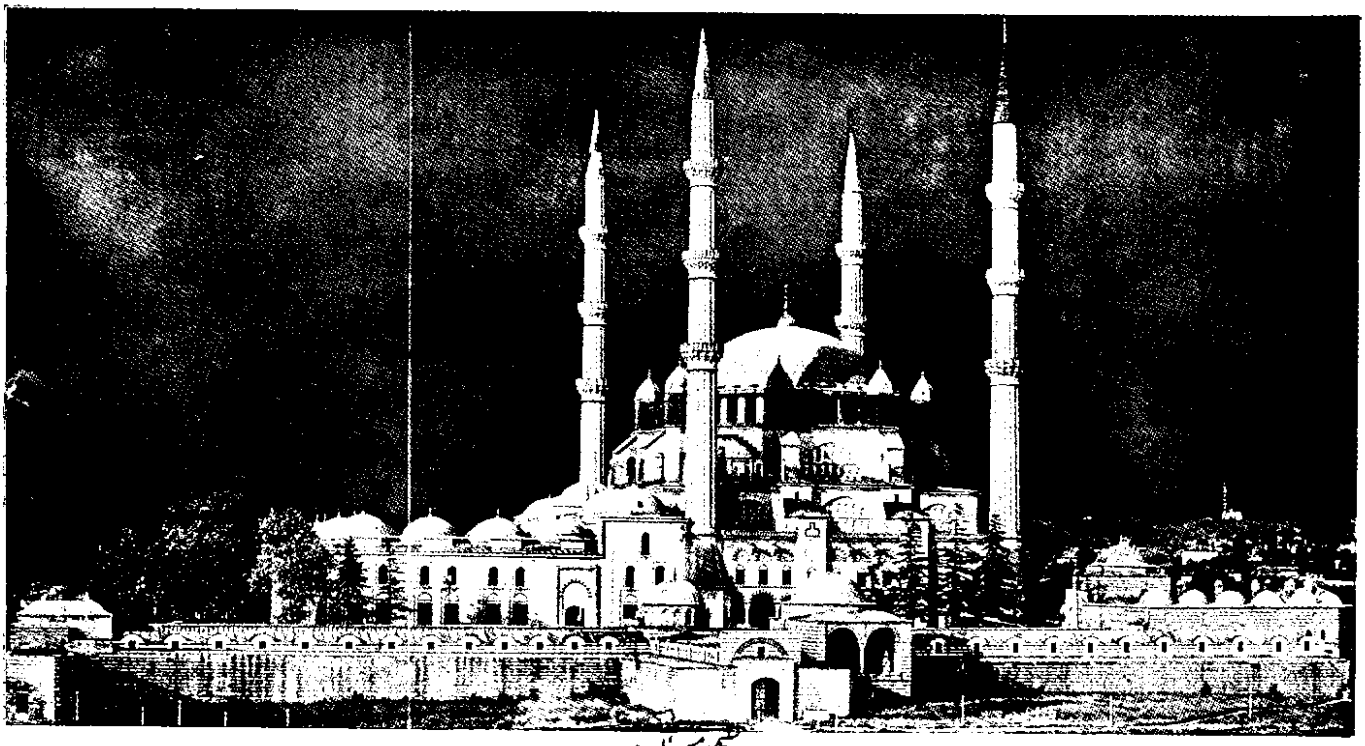

سلیمی مسجد' ادرنہ